ماہنامہ

قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:65 ماہ مئی 2018

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL

80 STRATHDONE DRIVE SW170PW LONDON
(M) 0044-7886-304637, 02089449385
www.qindeel-e-adub.com, ranarazzaq52@gmail.com

A Magazine of Urdu Literature and Poetry from London

قارئین کو رمضان المبارک کی
بہت بہت مبارکباد (ادارہ)

اے ماہ رمضان آہستہ چل

ابھی کافی قرض چکانا ہے
اللہ کو کرنا ہے راضی
اور گناہوں کو بخشوانا ہے
کچھ خواب ہیں جن کو لکھنا ہے
اور تعبیروں کو پانا ہے
اپنے کچھ آنگنوں میں
خوشیوں کے دیپ جلانے ہیں
کچھ توبہ کرنا باقی ہے
اور رب کو ہم نے منانا ہے
جنت کا کرنا ہے سودا
جہنم سے خود کو بچانا ہے
اے ماہ رمضان آہستہ چل

RASHID & RASHID
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce

- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم / سیاسی پناہ اور امیگریشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- یورپین قانون
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ویزا میں تبدیلی
- اوور سٹیئرز
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ورک پرمٹ
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- جوڈیشل ریویو
- ٹرائیبونل اپیل
- سٹوڈنٹس اپیل

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

07878 33 5000 / 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دا براڈو، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون:02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل:law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون:02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل:law786@live.com

SOW THE SEEDS OF LOVE

مجلس ادارت

بانی رُکن
خان بشیر احمد رفیق مرحوم

مدیر
رانا عبدالرزاق خان

اراکین ادارتی بورڈ

آدم چغتائی، ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمٰعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، اے حق یو کے ٹائمز، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد۔ طارق مرزا آسٹریلیا۔ عبدالقدیر کوکب۔

التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی ان پیج میں ارسال کیا جائے گا۔ بلا تفریق اسے معیار کے مطابق شائع کیا جائے گا۔ جو دوست بھیجتے ہیں اُن کی قدر کی جاتی ہے۔ قندیل ادب اکثر ممالک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کر دیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ شکریہ رانا عبد الرزاق خاں

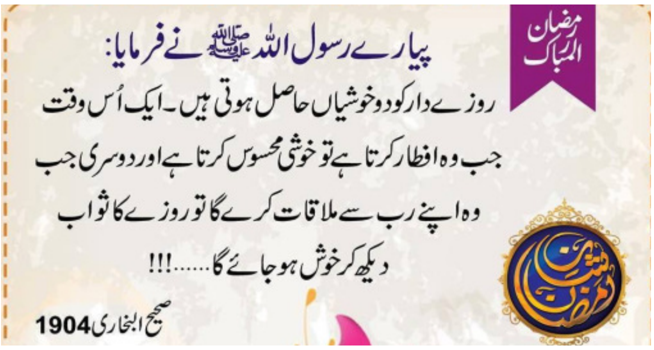

فہرست مضامین

روحانیت کا موسم بہار	رانا عبدالرزاق خان	5
غزلیات: عبد الکریم قدسی، مبارک صدیقی، امۃ الباری ناصر، طاہر بٹ، طارق احمد مرزا، عبدالقدیر کوکب، فہمیدہ مسرت احمد، عبدالصمد قریشی، ارشاد عرشی ملک، صبیحہ خان، افضل گوہر، علامہ محمد اقبال، اکرم خاور، اسحاق عاجز، فرزانہ فرحت، راحت اندوری، منیز نیازی، احمد فراز، سید حسن رضا، محسن نقوی، ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ، مقصود احمد نسیمؔ، امجد مرزا امجد، منور احمد کنڈے، طفیل خلشؔ، ڈاکٹر نعیم حامد، ڈاکٹر رضیہؔ اسماعیل، برمنگھم، گلشن کھنّہ، طفیل عامر سندھو۔		7 to 15
پاک کلچرل سوسائٹی لندن کی جانب سے یوم قرار دِ پاکستان کا انعقاد		16
شریف اکیڈمی جرمنی کی 9 ویں سالگرہ	ادارہ	19
سعودی ولی عہد محمد بن سلیمان اور ٹامس	اصغر علی بھٹی مغربی افریقہ	20
مرشد	فضیل عیاض احمد	22
فکر کی بات اور بڑے گھر	عاصی صحرائی	28
ایک کثیر الاشاعت کہانی کار۔ بانو ارشد	اسحاق ساجد	29
غزل انصاری کے سہرے خواب	اسحاق ساجد	29
مائی لارڈ! کیا احمدی سانس لے سکتے ہیں	ارمغان احمد داؤد	30
آج کے علماء بدترین مخلوق	فہیم احمد ندیم	31
اُف خدایا اسلامی جمہوریۂ پاکستان کو...	رُخسانہ رخشی لندن	32
علمائے سُوکی پیدائش	عاصی صحرائی	33
علمائے اسلام کے لیے ایک چیلنج	نعیم احمد بلوچ	33
ملک شام کے حالات امام مہدی کا ظہور	ادارہ	34
مستنصر حسین تارڑ اور ایک مولوی صاحب	ادارہ	35
اللہ میاں کے نام ایک خط	ادارہ	36
جستہ جستہ	عاصی صحرائی	37
اپریل فول کی دردناک حقیقت	رجل خوشاب	38
ادیبہ اور شاعرہ فرزانہ فرحت لندن	عاصی صحرائی	39
پاکستان، خاکسار، احرار	عاصی صحرائی	39
با کمال ادیب و شاعر مظفر احمد مظفر	عاصی صحرائی	40
بیوقوف	عاصی صحرائی	40
افسوس حیدر طباطبائی بھی رخصت ہو گئے!	امجد مرزا امجد	41
لاجواب نہیں کیا...	عاصی صحرائی	41

***

SHARIF

HALAL MEAT & GROCERIES
FRESH FRUITS & VEGETABLES

Munir Sheikh

02088719265, 07426546212
07450161511

189 MERTON ROAD SW18 5EF

LONDON

GOODFELLOWS SOLICITORS

12 SELKIRK ROAD, SW17 OES

SHAHID LATIF

DIRECTOR

SL@GOODFELLOWSSOLICITORS.CO.UK

CONTACT

07790945945

02087676800

FAX: 02087676802

BSC ELECTRICAL ENGINEERS

Part P Approved Contractor
Certification
Rewire PAT Testing
Replacement Fuse Board
Fault Detection

Contact:

SAMIULLAH

07432715797

E-mail: ssami19693@hotmail.com

Web: bscelectricalengineers.co.uk

HEATING LTD.

24/7 EMERGENCY SERVICE

Domestic & Commercial

Contact: 07722 222 965

www.247breakdownsolution.co.uk

رُوحانیت کا موسم بہار۔ رمضان المبارک

رانا عبدالرزاق خان

روزہ ایک رُوحانی عبادت ہے جس سے رُوح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔انسان کے اخلاق میں بہتری،اس کے خیالات میں جلا،اوراس کی قلبی کیفیات میں نور پیدا ہوتا ہے۔روزہ رُوحانی ورزش کا ایک بہترین طریقہ ہے۔قرآن مجید کا نزول اسی مبارک مہینہ میں ہوا تھا۔اوراس کی بکثرت اور خصوصی تلاوت اس ماہ میں ہوتی ہے۔اس کے برکات سے اہل ایمان بہرہ ور ہوتے ہیں۔رمضان کا مہینہ روحانی رنگ میں موسم بہار کا حکم رکھتا ہے،ایمان کے شگوفے کھلتے ہیں۔پھول اور پھل لگتے ہیں۔دلوں میں سرسبزی و شادابی پیدا ہوتی ہے۔مبارک وہ جو اس مبارک مہینہ کی برکات سے پورے طور پر فائدہ حاصل کریں۔

کشت ایمان کی آبیاری جن قربانیوں سے ہوتی ہے۔قصر دین جن بنیادوں پر اُستوار ہوتا ہے۔خزانہ رُوحانیت کی حفاظت جن مضبوط پہریداروں سے ہوتی ہے۔ان میں سے ایک زبردست بنیاد اور محکم ذریعہ روزہ ہے۔بعض رُوحانی امراض کا علاج صرف روزہ ہے۔انجیل میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ مسیحؑ کے شاگرد ایک جن (روحانی بیماری) کو دور نہ کر سکے مسیحؑ نے اسے دور کردیا۔انہوں نے پوچھا کہ یہ کام ہم کیوں نہ کر سکے؟۔اس پر حضرت مسیحؑ نے فرمایا:

"اما ھذا الجنس فلا یخرج الا بصلوٰۃ والصوم" کہ یہ قسم بیماری نماز اور روزہ کے بغیر دور نہیں کی جا سکتی۔(عربی انجیل متی ۱۷۔۲۱)روزہ ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ انسان محتاج اور فانی ہونے کے باوجود اپنے رب کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے۔وہ ہر دم کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات کا محتاج ہے۔لیکن اپنے آقا کے حکم پر ایک مہینہ بھر کے لئے وہ کھانا پینا ترک کر دیتا ہے۔ازدواجی تعلقات سے پرہیز کرتا ہے۔یہ ایک موثر مجاہدہ ہے اس سے انسان کی رُوح صیقل ہوجاتی ہے۔اوراس کے بدن میں روحانی کرنیں حلول کرتی ہیں۔درحقیقت تمثیلی زبان میں انسان عاشقانہ انداز میں اعلان کرتا ہے کہ اپنے محبوب آقا کی رضا کے لئے مجھے اپنی جان قربان کرنی بھی منظور ہے۔اوراپنی نسل کو اس راہ میں قربان کرنا بھی گوارہ ہے یہ خاموش اعلان اگر دل کی گہرائیوں سے ہوتو کتنا اثر انگیز اور کس قدر رُوح پرور ہے۔سچ مچ اس سے کشت ایمان لہلہانے لگتی ہے۔نخل رُوحانیت بارآور ہوجاتی ہے۔اورانسان اپنے آپ کو خدا کی گود میں پاتا ہے۔

از رُوئے قرآن:

قرآن مجید نے رمضان المبارک کے روزے فرض فرما کر مومنوں پر احسان فرمایا ہے۔اس نے ان کی خفتہ قوتوں کو بیدار کر دیا ہے۔اورانہیں عام حیوانی سطح سے اٹھا کر فضائے نورورُوحانیت میں پہنچادیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ لیلۃ القدر کا تعلق رمضان مبارک سے ہے۔اورلیلۃ القدر وہ رات ہے جب قلب مومن خدا کا عرش بن رہا ہوتا ہے اورفرشتے اور جبرائیل اس کے گرد طواف کرتے ہیں۔اوروہ انسان خدا سے شرف ہم کلامی حاصل کرتا ہے ایسی گھڑی کا میسر آنا یقیناً زندگی بھر سے بہتر ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ○

اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔اور ہر رمضان المبارک اس کی زندگی کا موسم بہار ہے۔خوش قسمت ہیں وہ جو موسم بہار کے پھلوں اور پھولوں سے اپنے دامنوں کو بھر لیں اور سفر آخرت کے لئے بہتر زاد راہ حاصل کر لیں۔رمضان المبارک چمن رُوحانیت کے لئے موسم بہار ہے۔اس سے دلوں میں نور اور نیّات وعزائم میں تازگی پیدا ہوتی ہے،مومن کی رَگ رَگ میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔مرجھائے ہوئے پودے ہرے ہو جاتے ہیں۔اور ٹنڈ منڈ درختوں میں پتے،شگوفے،پھول اور پھل نظر آتے ہیں۔خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔(سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۸۴۔۱۸۶)

ترجمہ۔اے مومنو!تمہارے متقی بننے کے لئے ہم نے تم پر اسی طرح چند مقررہ ایام کے روزے فرض کئے ہیں۔جس طرح پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ہاں تم میں سے جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں میں بیماری اور سفر کے دوران چھوڑے ہوئے روزوں کی تعداد پوری کرے۔جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ ہو۔(دائم المریض وغیرہ)وہ ایک مریض کا کھانا بطور فدیہ دے دیں۔جو شخص نیکی کو شوق سے اور بڑھ چڑھ کر کرے گا۔تو یہ

اس کے لئے بہت بہتر ہوگا۔ اگر تم سمجھو کہ روزہ رکھنا تمہارے لئے مفید اور بابرکت ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اس قرآن مجید کا نزول ہوا۔ جو تمام جہانوں کے لئے احکام ہدایت پر مشتمل ہے۔ اس میں ہدایت کے بیّنات بھی ہیں۔ اور فیصلہ کُن محکم دلائل بھی ہیں۔ پس جو شخص اس مہینہ میں حاضر ہو، بیمار اور مسافر نہ ہو اُس پر اس کے روزے رکھنا فرض ہے۔ ہاں تم میں سے جو بیمار یا مسافر ہو وہ دوسرے ایام میں تعداد پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سہولت چاہتا ہے۔ تنگی نہیں چاہتا۔ تا تم مقررہ تعداد پوری کر سکو اور اس ہدایت پر جو تمہیں اللہ نے دی ہے اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔ تا تم اس کے شکر گزار بندے قرار پاؤ''۔

از روئے حدیث:

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن سرورِ کونین محمد ﷺ نے خطبہ میں فرمایا:

کل سے تم پر ایک عظیم القدر مہینہ چڑھ رہا ہے۔ یہ بہت برکت والا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں ایک ایسی رات آتی ہے۔ جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس ماہ کے روزے فرض قرار دیئے ہیں۔ اس کی راتوں میں تہجد کے لئے اٹھنا بہت بڑی طوعی نیکی ہے۔ اس ماہ میں جو کوئی نفلی کام کرتا ہے۔ اسے اتنا ثواب ملتا ہے جتنا دوسرے مہینوں میں فرض کے ادا کرنے سے ملتا ہے۔ اور فرض کا ثواب تو اس ماہ میں ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ پھر یہ باہمی ہمدردی کا بھی مہینہ ہے۔ اس ماہ میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی روزے دار کا روزہ افطار کراتا ہے اسے گناہوں سے مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کی گردن آگ سے آزاد کی جاتی ہے۔ اور روزہ دار کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کے بغیر روزہ افطار کرانے والے کو بھی ویسا ہی ثواب ملتا ہے'' (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۷۳ کتاب الصوم) اس خطبہ نبوی میں رمضان المبارک کی بہت سی برکات کا ذکر موجود ہے۔ اور نبی ﷺ نے تمام مسلمانوں کو جن پر روزہ فرض ہے۔ روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ رمضان المبارک دُعاؤں کی خصوصی قبولیت کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے ذکر میں ہی فرمایا ہے۔ أُجیبُ دعوۃ الداعِ إذادعانِ کہ میں دُعا کرنے والوں کی دُعاؤں کو خاص طور پر سنتا ہوں۔ لیلۃ القدر رمضان المبارک کا خاص موقع ہے۔ جبکہ انوار و برکات سماویہ کا خاص نزول ہوتا ہے اور دلوں پر رحمتوں کی غیر معمولی بارش ہوتی ہے۔ رمضانُ المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی عبادت بھی ایک خاص عبادت ہے۔ جبکہ مومن دس دن کے لئے خدا کے گھر میں دھونی رما کر بیٹھ جاتے ہیں اور روز و شب مسجد میں ہی عبادات اور ذکر میں بسر کرتے ہیں۔ روزہ اپنی ذات میں ہی ایک پُر کیف رُوحانی عبادت ہے۔ اس پر رمضان المبارک کے روزوں کی غیر معمولی برکات تو نورٌ علیٰ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ان برکات سے حصہ کامل حاصل کریں۔

روزہ کے 20 فوائد

۱۔ تقویٰ جیسی نعمت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔
۳۔ امراض روحانی دور ہوتی ہیں۔ جیسے گرسنگی سے جسمانی امراض دور ہوتے ہیں۔
۴۔ مشقت برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے۔
۵۔ عفت و پاک دامنی حاصل ہوتی ہے۔
۶۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔
۷۔ تہجد ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے۔
۸۔ نوافل پڑھنے کی توفیق ملتی ہے۔
۹۔ علوم قرآنی کا انکشاف ہوتا ہے۔
۱۰۔ ترک اکل و شرب سے ملائکہ سے مشابہت پیدا ہوتی ہے۔
۱۱۔ عقل انسانی کو نفس امارہ پر تسلط وغلبہ تامہ ہوتا ہے۔
۱۲۔ قوت ارادی بڑھتی ہے۔
۱۳۔ تہجد و نوافل پر مداومت حاصل ہوتی ہے۔
۱۴۔ صبح سویرے اٹھنے سے طبیعت میں بشاشت پیدا ہوتی ہے۔
۱۵۔ کھانا کھانے کے اوقات میں باقاعدگی سے صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔
۱۶۔ غرباء کی تکلیف کا احساس پیدا ہو کر ان سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔
۱۷۔ ترک لغویات کی توفیق ملتی ہے۔
۱۸۔ قبولیت دعا کے نظاروں سے زندہ ایمان حاصل ہوتا ہے۔
۱۹۔ تعمیل ارشاد الٰہی سے سرور و انبساط پیدا ہوتا ہے۔
۲۰۔ جنت کا قرب اور اس میں نمایاں اور خاص مقام حاصل ہوتا ہے۔

غزلیات

عبدالکریم قدسی امریکہ

ادب کی سوئے ادب کی تمیز رکھتے ہیں
تیرا وقار بہت ہی عزیز رکھتے ہیں
نہ احتیاجِ سکوں ہے نہ بزم و تنہائی
ہم اپنے ساتھ قلم کی کنیز رکھتے ہیں
بڑے سکوں سے گزرتی ہے ہم فقیروں کی
نہ دل میں بات نہ گھر کوئی چیز رکھتے ہیں
غلام ان کی رُتیں کیوں نہ ہوں، پرندے جو
پروں میں باندھ کے موسم گُریز رکھتے ہیں
سوال اور ضرورت کے درمیاں قدسیؔ
ہم اہتمام سے پردہ دبیز رکھتے ہیں

مبارک صدیقی

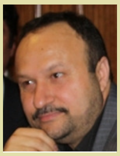

گل بدن یہ عنبریں سا کون ہے
ماہ رُخ یہ مہ جبیں سا کون ہے
اس کو چھونے کو ترستے ہیں گلاب
یہ معطر دلنشیں سا کون ہے
چودھویں کے چاند آ، یہ تو بتا
تجھ سے زیادہ یہ حسیں سا کون ہے
جو اسے دیکھے وہی جگمگ کرے
یہ گہر، ہیرا، نگیں سا کون ہے
مسکرا کے اک نگہ سے مار دے
سر تا پا یہ آتشیں سا کون ہے
نیلم و پارس کریں اس کا طواف
یہ ستاروں کا مکیں سا کون ہے
تم سمجھتے تھے مبارکؔ تم ہی ہو
تم سے بڑھ کر یہ حسیں سا کون ہے

امۃ الباری ناصر

غیر کے در پہ کبھی سر کو جھکانا نہ پڑے
کسی پتھر کو کبھی دل میں بسانا نہ پڑے
رنج ہوگا بھی تو رنجش نہیں ہونے دیں گے
اس تعلق میں کہیں ہجر کا رخنہ نہ پڑے
رکھیے ہر آن نگاہوں میں مآلِ ہستی
بعد میں تا کہ کہیں رونا رُلانا نہ پڑے
کرو تقسیم مناسب کوئی بھوکا نہ رہے
مانگ کر مفلس و نادار کو کھانا نہ پڑے
وقت کی دُھول میں اَٹ جائے گا ہر نقشِ قدم
اس طرح جاؤ کہ واپس کبھی آنا نہ پڑے
ذہن میں رکھنا کہ برحق ہے مکافاتِ عمل
خود کو پچھتاووں کی بھٹی میں جلانا نہ پڑے
لطف یہ ہے کہ وہ خود آنکھوں سے پڑھ لیتا ہے
باخبر اتنا اسے کچھ بھی بتانا نہ پڑے

طاہر بٹ امریکہ

ہم تو مدّت سے ہیں اے یار دیوانے تیرے
گاتے آئے ہیں ہمیشہ سے ترانے تیرے
تو کرے غیر سے بات ہم سے چھپانا چاہے
لیک ہر شخص کے لب پہ ہیں فسانے تیرے
استعارہ کریں کس سے کوئی تجھ سا نہیں
کہ ہیں اک میکدہ یہ ہونٹ خزانے تیرے
چاہتوں کا تو کوئی وقت نہیں ہوتا یہاں
ہم کو معلوم ہے یہ سب ہیں بہانے تیرے
تیرے غم کو بھلا طاہرؔ کوئی کیا جانے گا
تجھ کو تنہا ہی تو رکھا ہے خدا نے تیرے

طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

اب تو ہر اک کے درپۓ آزار ہے فلک
پہلے تو فرق پھر بھی کوئی نیک و بد میں تھا
گو دوست منتظر تھے مری موت کے مگر
میں اپنے دشمنوں کی محبت کی زد میں تھا
ڈھونڈا تھا زندگی نے تری محفلوں میں جب
میں اپنی خلوتوں کی انا کی لحد میں تھا
مانا تری وفا تو ہوئی نذرِ مصلحت
تیرا خلوص بھی کیا حوادث کی زد میں تھا
ہر بار بیخودی کا سفر رائیگاں رہا
ہر اک فرار آہ مری اپنی حد میں تھا
زندہ محض تھے خاطرِ احباب کے لئے
ورنہ سدا سے اپنا ٹھکانا ابد میں تھا
تُو عالمِ جنوں میں ہی افسوس چل بسا
طارقؔ ترا وقارِ خودی تو خرد میں تھا

عبدالقدیر کوکب

لکھنا چاہوں لکھا نہیں جاتا
اذن ہو تو رُکا نہیں جاتا
فضل اتنا ہے اس دیوانے پر
گننا چاہوں گنا نہیں جاتا

اُس کی نظروں میں ہے یہ کیا جادو
کہ کسی سے بچا نہیں جاتا
فیض صدیوں سے پا رہے ہیں ہم
سلسلہ عشق کا نہیں جاتا
ہاتھ جب ہاتھ میں دیا اُس کے
خود کو خود کا کہا نہیں جاتا
جب سے دیکھا ہے جلوہ جاناں
ہجر کا غم سہا نہیں جاتا
پیار اُس کا تو وہ سمندر ہے
ڈوبنے سے رہا نہیں جاتا

ایک خُوبصورت احساس

جب تیری دُھن میں جیا کرتے تھے
ہم بھی چُپ چاپ پھرا کرتے تھے
آنکھ میں پیاس ہوا کرتی تھی
دِل میں طُوفان اُٹھا کرتے تھے
لوگ آتے تھے ''غزل'' سُننے کو
ہم تیری بات کیا کرتے تھے
سچ سمجھتے تھے تیرے وعدوں کو
رات دِن گھر میں رہا کرتے تھے
کسی ویرانے میں تجھ سے مِل کر
دِل میں کیا پُھول کِھلا کرتے تھے
گھر کی دیوار سجانے کے لئے
ہم تیرا نام لِکھا کرتے تھے
وہ بھی کیا دِن تھے بُھلا کر تجھ کو
ہم تُجھے یاد کیا کرتے تھے
جب تیرے درد میں دل دُکھتا تھا
ہم تیرے حق میں دُعا کیا کرتے تھے
بُجھنے لگتا تھا جو چہرہ تیرا
داغ سینے میں جلا کرتے تھے
اپنے جذبوں کی کمندوں سے تُجھے
ہم بھی تسخیر کیا کرتے تھے
اپنے آنسو بھی ستاروں کی طرح
تیرے ہونٹوں پہ سجا کرتے تھے
چھیڑتا تھا غمِ دنیا جب بھی
ہم تیرے غم سے گلا کرتے تھے
کل تُجھے دیکھ کے یاد آیا ہے
ہم سُخن ور بھی ہوا کرتے تھے

غزل

ہم کو عزیز صُحبتِ دِلدار یُوں رہے
اب سانس چلے یا نہ چلے پر جُنوں رہے
اِک تُو کہ دَم بہ دَم ہمیں چاہے نِکھارنا
اِک ہم شِکستہ حال کہ بَس جُوں کے تُوں رہے
اِس حُسن کی جَلوہ گری کا معجزہ تو دیکھ
ہم با وُجودِ کُفر یہاں سَر نگُوں رہے
تیری کرِشمہ سازی رہے یُوں ہی لازوال
جلوہ پَسِ جلوہ تو فسُوں پر فسُوں رہے
ہیں جس کے واسطے دَر و دیوارِ دِل سجے
کیوں پُوچھتا ہے ہم سے کہ اِس میں رہوں؟ رہے

عبدالصمد قریشی

محبت کے انداز دیتا ہے وہ
حسیں ذوقِ پرواز دیتا ہے وہ
بناتا ہے وہ جس کو اپنا حبیب
اُسے حسنِ اعجاز دیتا ہے وہ
اُسے بخشتا ہے وہ حسن ویقیں
جسے اپنا اعزاز دیتا ہے وہ
سکھاتا ہے وہ بندگی کے رُموز
صداقت کے سب راز دیتا ہے وہ

فہمیدہ مسرت احمد

دِل کے قرطاس پہ اِک لفظِ محُبت لکھنا
جو کبھی عِشق میں کی تھی وہ ریاضت لکھنا
لکھنے بیٹھو جو کبھی دل کی حکایت کوئی
نام اس میں مرا تُم حَسبِ روایت لکھنا
پنکھڑی پھول کی لب آنکھ ہے گہرا ساگر
ابرو ہیں تیغ سے اور چال قیامت لکھنا
بُھولنے والے اگر یاد کبھی آجاؤں
بھیگی پلکوں سے فقط اشکِ ندامت لکھنا
ویسے اخلاق کی دو چار کتابیں پڑھ کر
ہم کو آتا ہی نہیں حرفِ سیاست لکھنا
ترے ہاتھوں کو جو مالک نے قلم سونپا ہے
جُھوٹ کو جُھوٹ صَداقت کو صَداقت لکھنا
تُم جنہیں کہتے ہو کافر اُنہیں آکر دیکھو
کیسے کرتے ہیں یہ انسان کی خدمت لکھنا
اے غمِ عشق مرے پاؤں کے چھالے گن کر
دشتِ اُلفت کی یہ مجبور مسافت لکھنا
یاد ہے پہلی محبت کی خُماری اب تک
وہ درختوں پہ ترا نام مُسرّت لکھنا

بیانیہ ۔ ارشاد عرشی ملک

اِک لفظ دورِ نَو کا ہے تحفہ، ''بیانیہ''
آؤ پرکھ کے دیکھیں کہ ہے کیا؟ ''بیانیہ''
کذب و ریا کو صدق بنانے کی ہے مہم
سب چینلوں کی جان ہے تازہ، ''بیانیہ''
چیخم چِھاڑ، جس پہ کرے، روز میڈیا
بِکتا ہے شہر بھر میں وہ تگڑا، ''بیانیہ''
کچھ چاپلوس ساتھ ہوں، پیسے ہوں جیب میں

پھر سچ کو مات دیتا ہی جھوٹا، ''بیانیہ''
عشقِ نبی ﷺ کے نام پہ جب ہوں سیاسیات
بستی اُجاڑ دیتا ہے ایسا، ''بیانیہ''
قاضی ملائے، جب کبھی مفتی کی ہاں میں ہاں
کرتا ہے عین شہر میں ہر جا، ''بیانیہ''
پیرانِ تسمہ پا، یہاں ڈنکے کی چوٹ پر
دیتے ہیں روز، زہر میں ڈوبا، ''بیانیہ''
دشنام کی قبا میں مکمل ڈھکا ہوا
نوحہ کناں ہے آپ کا ننگا، ''بیانیہ''
لبرل پکڑ میں آتا ہے، مُلا کی جب کبھی
اس کو بدلنا پڑتا ہے اپنا، ''بیانیہ''
چڑھتا نہیں ہے اب کوئی، سچ کی صلیب پر
ہر شخص لے کے پھرتا ہے پھوکا، ''بیانیہ''
جو دل میں ہے، وہ کھل کے کہو، عاقلانِ شہر
کیوں مصلحت کی شال میں لپٹا، ''بیانیہ''
باسی تھا، لجلجا تھا، پر اتنا بُرا نہ تھا
بُو دے رہا ہے، آپ کا تازہ، ''بیانیہ''
یوں مصلحت کی گود میں، جُھولا نہ جھولیے
کہلائے گا یہ آپ کا ہجڑا، ''بیانیہ''
سوچوں کو رہن رکھ کے خریدا عوام نے
سستا، ''بیانیہ''، کبھی مہنگا، ''بیانیہ''
ہم ہیں سوا سو سال سے پنجے میں جبر کے
بدلا نہیں مگر کبھی اپنا، ''بیانیہ''
ہو آئیں قتل ہم ہی، چلو اب کی بار بھی
دے آئیں شہرِ کذب میں سچا، ''بیانیہ''
عرشی بروز حشر کھلے گا یہ ماجرا
کس کا کھرا تھا، کس کا تھا کھوٹا، ''بیانیہ''

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
(علامہ اقبال)

صبیحہ خان کنیڈا

اگرچہ جاں سے تو اپنی گزر رہے تھے ہم
مگر یہ دیکھ ترے زخم بھر رہے تھے ہم
عدم وجود سے تیرے تھا ایسا سناٹا
کہ پتے کے بھی کھڑکنے سے ڈر رہے تھے ہم
ہوئے تھے جان کے ہم کس قدر حیراں
کبھی جو ذات پہ اپنی اِترا رہے تھے ہم
کبھی ریزہ ریزہ جو ہوا میں بکھر رہے تھے ہم
تو پیار میں تیرے جاناں سنور رہے تھے ہم
ہمارے ہاتھ میں تھا تیرے پیار کا مہتاب
گلی میں آ کے ترے دل میں اُتر رہے تھے ہم
وہ جس مقام پہ ہم تم جدا ہوئے تھے کبھی
گزر ہوا تو ٹھٹک کے ٹھہر رہے تھے ہم
یہ فیض بھی تو صبیحہ اسی کے ہجر کا ہے
کہا یہ سب نے غمِ سوز سے نکھر رہے تھے ہم

افضل گوہر

تم سے ایسے ہوگیا ہے رابطہ دیکھے بغیر
جس طرح ہم سانس لیتے ہیں ہوا دیکھے بغیر
پیڑ سے شاید پرندے کو محبت ہے بہت
شاخ پر آ بیٹھتا ہے گھونسلہ دیکھے بغیر
وہ تو خیر اچھا ہوا کہ اک ستارہ مل گیا
ورنہ میں تو چل رہا تھا راستہ دیکھے بغیر
کیا بتاؤں آج کل کیسی پریشانی میں ہوں
خود سے لڑ پڑتا ہوں اکثر حوصلہ دیکھے بغیر
رہ گئی ہے نیند بھی بستر میں اک کروٹ پڑی
بجھ گیا ہے خواب بھی جلتا دیا دیکھے بغیر
مجھ سے گوہر چھپ نہیں سکتا مرے اندر کا شخص
میں اُسے پہچانتا ہوں آئینہ دیکھے بغیر

ترانۂ ہندی
علامہ سر محمد اقبال

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اُونچا، ہمسایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا، وہ پاسباں ہمارا
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزاروں ندیاں
گلشن ہے جن کے دم سے رشکِ جہاں ہمارا
اے آبِ رودِ گنگا! وہ دن ہیں یاد تجھ کو؟
اُترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا
یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشاں ہمارا
کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا
اقبال! کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا

غزل

اے شہرِ گُل تری خوشبو تری بہار کی خیر
جو میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے اُس نگار کی خیر
چناب بہتا ہے جس کے کنارے صدیوں سے
اُسی حسین سی بستی کے حُسنِ یار کی خیر
زمانہ سیکھ رہا جس سے اُلفتوں کے ہنر
اُسی کے چشمۂ جاری دلِ دیار کی خیر
بنا رہا ہے دعاؤں سے خال و خد وہ نئے

جہانِ باغِ مسیحا کے ہر بیمار کی خیر
وجود سبز کی شاخیں صدا رہیں یہ ہری
رہیں خدا کی حفاظت میں برگ وبار کی خیر
دُکھی دِلوں پہ جو رکھتی ہے پیار کی مرہم
ہوائے خوشبوئے جاناں کی اُس بہا ر کی خیر
محبتوں کا میں اظہار اس سے کیسے کروں
چھپا ہے دِل میں جو دریا ہو اُس کے پیار کی خیر
دل و دماغ تجھے پڑھ کے ہوتے ہیں روشن
الفضل پیارے ترے، سلسلۂ کار کی خیر

اکرم خاور ۔ کوئٹہ پاکستان

تو اپنے دل میں رکھ آنکھوں میں مت اُتار مجھے
اور اس طرح سے نہ کر ذہن پر سوار مجھے
شکستگی ہے جو دل میں اسے بھلا ڈالو
پلٹ پلٹ کے نہ دیکھو یوں بار بار مجھے
تمہی سے پیار ہے مجھ کو یہ جانتا ہوں میں
جمال و حسن سے تو یوں نہ کر شکار مجھے
میں تھک گیا ہوں سفر کر چکا بہت جاناں
تو اپنی چاہ میں کتنا کرے گا خوار مجھے؟
جو اہلِ ظرف ہے کرتا ہے پیار وہ مجھ سے
کرے گا پیار جو رکھے گا غم گسار مجھے
مجھے سکون نہیں اور اس کو بے چین
کیا ہے اس کی محبت نے آر پار مجھے
ابھی بہار کا موسم جوانی پھولوں پر
اسی جوانی کی خوشبو کا ہے خمار مجھے
سرور ملنے میں ہوتا تو مل کے مر جاتا
کیا ہے جینے کی حسرت نے تار تار مجھے

میں باغی ہوں

اس دور کے رسم رواجوں سے
ان تختوں سے ان تاجوں سے
جو ظلم کی کوکھ سے جنتے ہیں
انسانی خون سے پلتے ہیں
جو نفرت کی بنیادیں ہیں
اور خونی کھیت کی کھادیں ہیں
میں باغی ہوں، میں باغی ہوں
جو چاہے مجھ پر ظلم کرو
وہ جن کے ہونٹ کی جنبش سے
وہ جن کی آنکھ کی لرزش سے
قانون بدلتے رہتے ہیں
اور مجرم پلتے رہتے ہیں
ان چوروں کے سرداروں سے
انصاف کے پہرے داروں سے
میں باغی ہوں، میں باغی ہوں
جو چاہے مجھ پر ظلم کرو
جو عورت کو نچواتے ہیں
بازار کی جنس بناتے ہیں
پھر اس کی عصمت کے غم میں
تحریکیں بھی چلواتے ہیں
ان ظالم اور بدکاروں سے
بازار کے ان معماروں سے
میں باغی ہوں، میں باغی ہوں
جو چاہے مجھ پر ظلم کرو
جو قوم کے غم میں روتے ہیں
اور قوم کی دولت ڈھوتے ہیں
وہ محلوں میں جو رہتے ہیں
اور بات غریب کی کہتے ہیں
ان دھوکے باز لٹیروں سے
سرداروں سے وڈیروں سے
میں باغی ہوں، میں باغی ہوں
جو چاہے مجھ پر ظلم کرو
مذہب کے جو بیوپاری ہیں
وہ سب سے بڑی بیماری ہیں
وہ جن کے سوا سب کافر ہیں
جو دین کا حرفِ آخر ہیں
ان جھوٹے اور مکاروں سے
مذہب کے ٹھیکیداروں سے
میں باغی ہوں، میں باغی ہوں
جو چاہے مجھ پر ظلم کرو
جہاں سانسوں پر تعزیریں ہیں
جہاں بگڑی ہوئی تقدیریں ہیں
ذاتوں کے گورکھ دھندے ہیں
جہاں نفرت کے یہ پھندے ہیں
سوچوں کی ایسی پستی سے
اس ظلم کی گندی بستی سے
میں باغی ہوں، میں باغی ہوں
جو چاہے مجھ پر ظلم کرو
میرے ہاتھ میں حق کا جھنڈا ہے
میرے سر پر ظلم کا پھندا ہے
میں مرنے سے کب ڈرتا ہوں
میں موت کی خاطر زندہ ہوں
میرے خون کا سورج چمکے گا
تو بچہ بچہ بولے گا
میں باغی ہوں، میں باغی ہوں
جو چاہے مجھ پر ظلم کرو

دعا۔اسحٰق عاجز

رحمت کی تیری مولا خیرات چاہیئے
فضل و کرم کی تیرے برسات چاہیئے
بے کس نحیف جان کو امان کے لیے
لطف و کرم کی تیرے سوغات چاہیئے
تنہا نہ چل سکوں گا ظالم دہر میں میں
ہر لمحہ مجھ کو ساتھ تری ذات چاہیئے
اک دوستارے ساتھ مرے چل پڑیں تو کیا
مجھ کو تو کہکشاؤں کی بارات چاہیئے
اوروں کے غم بھی اپنے لگتے رہیں مجھے
ایسی ہمیشہ اپنی عادات چاہیئے
اس مختصر حیات کا انجام ہو بخیر
ہر دم لبوں پہ یہ ہے مناجات چاہیئے
عاجز وصال یار تو قسمت نصیب ہے
ہر لحظہ یاد یار کی بہتات چاہیئے

دعا

اب بے وجہ، بے سبب دن کو رات نہیں کرتا
فرصت ملے بھی تو کسی سے بات نہیں کرتا
اعتبار، خلوص، وفا کے دعوے داروں کو
سپرد سب کر دیتا ہوں، اپنی ذات نہیں کرتا
لہجہ نرم رکھ کر ملتا ہوں عاجزی کے ساتھ
مگر ہر فر د پہ ضائع، سب جذبات نہیں کرتا
تذلیلِ محبت ہے، بے حسوں سے محبت کرنا
پتھروں پہ عیاں اپنے، احساسات نہیں کرتا
ہار جاتا ہوں سب سے ہی اب جان بوجھ کر
میں کسی کو نصیب میں، مات نہیں کرتا
ہار جاتا ہوں سب سے ہی اب جان بوجھ کر
میں کسی کو نصیب میں، مات نہیں کرتا

فرزانہ فرحت۔لندن

جینا پڑا مجھے کبھی مرنا پڑا مجھے
کیا کیا نہ تیرے ہجر میں سہنا پڑا مجھے
تیرے بغیر کیسے بتاؤں کہ کس طرح
ہر لمحہ پل صرا ط پر چلنا پڑا مجھے
مجھکو تھی چاہتوں کے اجالوں کی آ رزو
پر نفرتوں کے شہر میں رہنا پڑا مجھے
پہلے تو دشمنوں کا مجھے خوف تھا مگر
اب دوستوں کی چال سے ڈرنا پڑا مجھے
انسان ہوں فلک کی بلندی پہ پہنچ کر
شہرت کے آسماں سے اترنا پڑا مجھے
فرحتؔ دکھوں کی دھوپ میں گزری ہے میری عمر
طے یوں سفر حیات کا کرنا پڑا مجھے

راحت اندوری

ہاتھ خالی ہیں ترے شہر سے جاتے جاتے
جان ہوتی تو میری جان، لٹاتے جاتے
اب تو ہر ہاتھ کا پتھر ہمیں پہچانتا ہے
عمر گزری ہے ترے شہر میں آتے جاتے
اب کے مایوس ہوا یاروں کو رُخصت کر کے
جا رہے تھے، تو کوئی زخم لگاتے جاتے
رینگنے کی بھی اجازت نہیں ہم کو ورنہ
ہم جدھر جاتے نئے پھول کھلاتے جاتے
میں تو جلتے ہوئے صحراؤں کا، اک پتھر تھا
تم تو دریا تھے، میری پیاس بجھاتے جاتے
مجھ کو رونے کا سلیقہ بھی نہیں ہے شاید
لوگ ہنستے ہیں مجھے دیکھ کے آتے جاتے
ہم سے پہلے بھی مسافر کئی گزرے ہوں گے
کم سے کم، راہ کے پتھر تو ہٹاتے جاتے

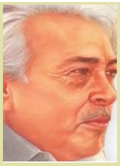

منیر نیازی

چھوٹا سا ایک گاؤں تھا جسمیں
دیئے تھے کم اور تھا بہت اندھیرا
بہت شجر تھے تھوڑے گھر تھے
جنکو تھا دوری نے گھیرا
اتنی بڑی تنہائی تھی جسمیں
جاگتا رہتا تھا دل میرا
بہت قدیم فراق تھا جسمیں
ایک مقرر حد سے آگے
سوچ نہ سکتا تھا دل میرا
ایسی صورت میں پھر دل کو
دھیان آتا کس خواب میں تیرا
راز جو حد سے باہر میں تھا
اپنا آپ دیکھاتا کیسے
سپنے کی بھی حد تھی آخر
سپنا آگے جاتا کیسے؟؟

شہرِ خاموشاں

ارشاد عرشی ملک

بہت مُدت سے میں اِک شہرِ خاموشاں میں رہتی ہوں
جو سچ پوچھو تو اپنے دل کے قبرستاں میں رہتی ہوں
یہیں چھوٹی سی کٹیا میں نے عرشی ڈال رکھی ہے
میرے چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں
اَن گنت قبریں،نئی بھی ہیں، پُرانی بھی
شکستہ بھی ہیں، پُختہ بھی جو اِن میں میتیں مدفون ہیں
میں سب سے واقف ہوں، بہت سے دوست، رشتہ دار ہیں
بچپن کے ساتھی ہیں، سبھی کے نام مجھ کو یاد ہیں
پر خامشی بہتر، کسی بھی قبر پر کتبہ لگانے کی نہیں خواہش
کسی بھی راز سے پردہ اُٹھانے کی نہیں خواہش

بہت سے ہیں، جنہیں میں نے سر آنکھوں پر بٹھایا تھا
بہت توقیر دی تھی، مان بھی اُن کا بڑھایا تھا
مگر اکثر نے ،اپنے مان کی پٹری پہ سر رکھ کر
اچانک خود کُشی کر لی، بہت سوں کو
مری چاہت کی گرمی راس نہ آئی
سو وہ خود سرد مہری کی جہنم کی طرف لپکے
وہیں آخر ٹھٹھر کر مر گئے، میں کچھ نہ کر پائی
بہت سوں کا، اَنا کی راجدھانی میں بسیرا تھا
یہ ایسا قصر ہے، جس میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہ سب پہچان کے طالب تھے، پر پہچان کھو بیٹھے
یہ ملبے میں اَنا دب کے، جاں سے ہاتھ دھو بیٹھے
بہت سے دومونہے سانپوں کی صورت بھی ملے مجھ کو
پر اُن کے ایک منہ نے، دوسرے کو ڈس لیا آخر
جبھی اک زہرِ مہلک سے، بدن نیلے ہوئے اُن کے
نظر کے زاویے، افکار، سب پیلے ہوئے اُن کے
کسی کو روند ڈالا اُس کی اپنی بے ضمیری نے
کسی کی جان لے لی خود ستائی کی اسیری نے
حسد کے وائرس نے بھی، تباہی خوب پھیلائی
تواضع کی دوا، افسوس اُن کو راس نہ آئی
کسی کی حادثاتی موت کا باعث تھی خود غرضی
کوئی احساں فراموشی کے، جوہڑ میں گِرا آخر
کوئی اپنی ہی کم ظرفی کا لقمہ بن گیا آخر
سبب اموات کے اے دوستو کیا کیا بتاؤں میں
مرے بس میں ہو گر بسمل رُتوں کو بھول جاؤں میں
دُکھی ہوں دوستوں کی ناگہانی موت پر بے حد
بظاہر تو یہ زندہ ہیں ہر اک جا ان کی خبریں ہیں
مرے دل کے کھلے میدان میں پر سب کی قبریں ہیں
جواں مرگی کے اِن کی، زخم میں، سہہ کر بھی زندہ ہوں
کئی برسوں سے اس ماحول میں، رہ کر بھی زندہ ہوں

مگر جی بھر چُکا ہے، اب مراسم کو بڑھانے سے
نئے لوگوں سے ملنے سے، نئے در کھٹکھٹانے سے
قیامت جو بھی اب گزرے، اُسے تنہا ہی سہتی ہوں
کبھی خاموش رہتی ہوں، کبھی اشعار کہتی ہوں
بہت مدت سے میں اک شہرِ خاموشاں میں رہتی ہوں
جو سچ پوچھو، تو اپنے دل کے قبرستاں میں رہتی ہوں

احمد فراز

مسافرت میں بھی تصویر گھر کی دیکھتے ہیں
کوئی بھی خواب ہو تعبیر گھر کی دیکھتے ہیں
وطن سے دور بھی آزادیاں نصیب کسے
قدم کہیں بھی ہوں تصویر گھر کی دیکھتے ہیں
اگرچہ جسم کی دیوار گرنے والی ہے
یہ سادہ لوح کہ تعمیر گھر کی دیکھتے ہیں
کوئی تو زخم اُسے بھولنے نہیں دیتا
کوئی تو یاد عناں گیر، گھر کی دیکھتے ہیں
ہم ایسے خانہ بر انداز، کُنجِ غربت میں
جو گھر نہیں تو تصاویر گھر کی دیکھتے ہیں
بنائے دل ہے کسی خوابگاہِ زلزلہ پر
سو اپنی آنکھوں سے تقدیر گھر کی دیکھتے ہیں
فرازؔ جب کوئی نامہ وطن سے آتا ہے
تو حرف حرف میں تصویر گھر کی دیکھتے ہیں

سید حسن رضا

غم کا پتھراؤ ہوا جسم میں کیا کیا ٹوٹا
ہجر کے سنگ گرے رُوح کا شیشہ ٹوٹا
ہاتھ سے ہاتھ ترا چھوٹا تو فوراً مجھ میں
خواب بنتی ہوء تسبیح کا دھاگا ٹوٹا
ہم نے پھیلایا ترے نام کا کاسہ اس پل
جب کبھی دامن افلاک سے تارہ ٹوٹا
اُڑ گیا وقت تو حالات ہوئے ہیں بہتر
بے پرو بال ہوا پنچھی تو پنجرہ ٹوٹا
جو مرا تھا ہی نہیں، کیا غم اسے کھو دینے کا
جو کبھی پورا نہ ہوتا، وہی سپنا ٹوٹا
جو مقدر کے ستارے تھے، رہے گردش میں
جو ملا سکتا تھا ہم کو، وہی پل تھا ٹوٹا
آؤ اک دوسرے پہ خوب برستے ہیں ہم
اور پھر دیکھتے ہیں کون زیادہ ٹوٹا
اک غلط فہمی نے توڑا جو محبت کا بھرم
ایک پل میں کسی سے برسوں کا ناتا ٹوٹا
ربط احساس کا کیا مول کہ، دولت کے سبب
کتنے آسانی سے اک خون کا رشتہ ٹوٹا
میں سمجھتا تھا اسے جیسا، وہ ایسا نہیں تھا
اس کو دیکھا تو مری سوچ کا پتلا ٹوٹا
زندگی بخت کے زینے سے اُتر آئی تھی
جس گھڑی خفتہ ہوئی عزم کا نشہ ٹوٹا
میں جو ٹوٹے ہوئے دل جوڑتا رہتا ہوں حسنؔ
جا بہ جا خود لئے پھرتا ہوں سراپا ٹوٹا
چرچے تھے قسم خدا کی بڑی پارسائی کے دن تھے‘

مقصود احمد نسیمؔ، جرمنی

پڑھوں میں نام اللہ کا ہر اک آغاز سے پہلے
ثناء کرتی زباں میری ہر اک آواز سے پہلے
جمالِ یار کے صدقے غزل کہنے کو دل تڑپے
کہ شاعر گنگناتا ہے کسی بھی ساز سے پہلے
ہر اک انسان کو یہ چاہئے کہ ماپے تولے پھر بولے
پرندوں بھی پروں کو تولتے پرواز سے پہلے
نسیمؔ اپنے گریباں میں خدا کے خوف سے جھانکو
کھلیں نہ راز جو پنہاں، کسی کے راز سے پہلے

امجد مرزا امجد

کیڈھے پینڈے ٹُر لئی گاِلے
پیراں ہیٹھاں پے گئے چھالے
لکھاں گلاں سہہ کے وی تے
نہ کھلے بُلّھاں دے تالے
سانوں لگن پتھر وانگوں
تیرے باجھوں رُوں دے گالے
سوہنی صورت ویکھ نہ ڈُلھیں
ہوندے اکثر بھیڑے چالے
کیویں آکھاں یار اُنہاں نوں
جیہاں اندر ٹھونویں پالے
اج وی تیری تانگ اے سجنا
سُک گئے اکھیاں دے پرنالے
تیرے لئی سی جینا مرنا
کِنے ورھے دکھ وچ گالے
ساری عمر دا رونا امجدؔ
ہنجواں دے ای دیوے بالے

منور احمد کنڈے

کیہہ سَجرا سورج دِن کڈھے
اہ نھیرے وِچوں جِن کڈھے
کوئی کڈھے فِر معنیٰ سمجھے
کوئی سمجھے معنیٰ بِن کڈھے
کوئی ایس دِوانی دنیا چوں
دو چار سیانے گِن کڈھے
کوئی اِکّو واحِد ربّ مَنّے
کوئی واحِد چوں وی تِن کڈھے
اک بابو پہلے پھُل توڑے
فِر کالر وِچوں پِن کڈھے
اوہ یاد منوّر آندے نے
جو نال ترے سَن دِن کڈھے

طفیل خلشؔ، جرمنی

اے مرے خدایا
توں زندگی دے ہراک فکرتوں
ازاد کردے
میں جس ازادی نوں سہکناں واں
اوہ میرے اُتے حلال کردے
توں مینوں صاحبِ کمال کردے
جے ہساں میں تے میرے نال جہان وی ہسے
جے رواں میں تے فلک وی میرے نال رووے
اے میرے مولا میرے خدایا
کدی کدائیں تے اِنج وی ہووے
ولائتی ماہیئے

ڈاکٹر رضیہ اسماعیل، برمنگھم

یوکے میں بستے ہیں
کیسا مقدر ہے
روتے ہیں نہ ہنستے ہیں
یہ کیسی ولایت ہے
کالوں کو جب دیکھو
گوروں سے شکایت ہے
یہ ایسی ولایت ہے
جس میں گوروں کو
کالوں سے شکایت ہے
انگلینڈ کے کیا کہنے
میموں نے گرمی میں
کپڑے ہی نہیں پہنے
ریشم کی ڈوری ہے
بچ کے ذرا چلنا
انگلینڈ کی گوری ہے
بڑے سندر سپنے ہیں
اپنے دور ہوئے
اب گورے ہی اپنے ہیں

گلشن کھنہ، لندن

دُکھ درداں دے مارے لوک
تھاں تھاں فِرن وچارے لوک
دوجے گھر اَگ لا کے ویکھن
بہہ کے وچ چوبارے لوک
اپنا جھوٹ چھپاون خاطر
کردے ڈاہڈے کارے لوک
یار نے ساڈی قدر نہ جانی
اُنج تے جانن سارے لوک
اپنا مطلب ساری جاندے
دے کے جھوٹے لارے لوک
غزلاں لکھ دے درداں بھریاں
گلشنؔ جیئے دُکھیارے لوک

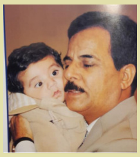

طفیل عامر سندھو

ڈوبے نہ کبھی جو وہ قمر مانگ رہے ہیں
تاریک نہ ہو جو وہ سحر مانگ رہے ہیں
پھیلا کے تھکے ہاتھ، یہ لب سُوکھ چلے ہیں
ہوتا ہے دُعا میں جو اثر مانگ رہے ہیں
پھر تُو جو گیا ساتھ بصارت بھی گئی ہے
آجائے نظر جس سے، نظر مانگ رہے ہیں
ویسے تو کٹھن ہوتی ہے ہر ایک مسافت
ہے ساتھ جو تیرا سفر مانگ رہے ہیں
موضوع نیا دنیا کو کوئی چاہیئے عامرؔ
موجود نہیں جو، وہ خبر مانگ رہے ہیں

غزل

میں کر نہ سکتا تھا اس کی بیعت،سو کی بغاوت، میں آ گیا ہوں
وہ شہر سارا تھا اس کی جانب،سو کر کے ہجرت میں آ گیا ہوں
سنا ہے بازار لگ چکا ہے،بڑے خریدار آ چکے ہیں
ہے جس کو خواہش وہ آگے آئے، لگائے قیمت! میں آ گیا ہوں
اگرچہ آساں نہیں تھا آنا، کلیجہ منہ تک کو آ گیا تھا
تھا کے اس کو خطوط سارے، وہ سب محبت،میں آ گیا ہوں
شکست ہوگی مجھے ہی ہوگی، مجھے خبر ہے یہ پہلے دن سے
مِرے عدو ہیں یہ میرے اپنے، سو کر کے ہمت میں آ گیا ہوں
میں جانتا ہوں! ترے پجاری قدم قدم پہ، جگہ جگہ ہیں
مرے مقابل کبھی نہ آتا، خدا کی حکمت، میں آ گیا ہوں
مجھے خیالوں کی کہکشاں میں تمہاری بستی دکھائی دی تھی
میں کیسے رُکتا، پکارتے تھے مجھے یہ پربت، میں آ گیا ہوں
لگی تھی غالب کی کل کچہری، غزل تھی نوحہ کناں وہاں پر
سخن کے سرخیل سب وہیں تھے، بچا کے عزت،میں آ گیا ہوں
رگڑ کے ماتھا یوں معبدوں میں،نہ میرے ہاتھوں میں کچھ بھی آیا
سو کچھ خداؤں کے درمیاں اب، بنامِ قسمت میں آ گیا ہوں
میں عام بندہ، فقیر بندہ، ان اہلِ دانش سے کب تھا ملتا
تم آ رہے ہو، سنا جو میں نے تمہاری بابت، میں آ گیا ہوں

محسن نقوی

نصیحت روز بکتی ہے عقیدت روز بکتی ہے
ہمارے شہر میں لوگو، محبت روز بکتی ہے
امیر شہر کے ڈر کا ابھی محتاج ہے مذہب
ابھی ملا کے فتووں میں شریعت روز بکتی ہے
ہمارے خون کو بھی وہ کسی دن بیچ ڈالیں گے
خریداروں کے جھرمٹ میں عدالت روز بکتی ہے
نجانے لطف کیا ملتا ہے ان کو روز بکنے میں
طوائف کی طرح لوگو، قیادت روز بکتی ہے
کبھی ''مسجد'' کے منبر پر،کبھی حجرے میں چھپ چھپ کے
میرے واعظ کے لہجے میں، قیامت روز بکتی ہے
بڑی لاچار ہیں محسنؔ، جبینیں ان غریبوں کی
کہ مجبوری کی منڈی میں عبادت روز بکتی ہے

ڈاکٹر نجمہ شاہین کھوسہ

یہ جو عشق مند کے لوگ ہیں، انہیں رمز سارے سکھا پیا!
یہ جنونِ عشق کی داستاں، انھیں حرف حرف سنا پیا!
مرے چارہ گر،میں ہوں در بدر، میں تو تھک گئی،ہے عجب سفر
مری بے نشاں سی ہیں منزلیں، مجھے راستہ بھی دکھا پیا!
نہ حدود میں، نہ قیود میں، مرا دل ترے ہی وجود میں
یہ سجود کا حسیں پیرہن مری روح پر تو سجا پیا!
میں تو آس تھی،میں تو پیاس تھی،کسی پھول کی میں بھی باس تھی
مری پتیاں گریں جا بجا، انہیں شاخ پر تو سجا پیا!
میں فقیر ہوں، میں حقیر ہوں، کسی خواب کی نہ اسیر ہوں
میں عزیز ہو ں تو تجھے ہی بس، سو عزیز تر ہی بنا پیا!
میں فلک سے آئی خطا مری، اسے ڈھونڈنا ہے وفا مری
یہ جفا کی جو ہیں حقیقتیں، مری آنکھ کو وہ دکھا پیا!
مرے آسماں مرے سائباں، تُو ہی رازداں، تُو ہی مہرباں
جہاں لا مکاں کے ہیں سلسلے، وہیں میرا گھر بھی بنا پیا!
یہ جو آرزوؤں کا دیس ہے، یہ جو خاک خاک سا بھیس ہے
جو ازل ابد کا یہ بھید ہے، اسے بھید ہی میں بتا پیا!
یہ قدم قدم پہ بشارتیں، یہ نظر نظر میں زیارتیں
یہ بصارتیں، یہ بجھارتیں، مرے شہر دل کو دکھا پیا!
یہ جو میرے من میں ہے روشنی، یہی زندگی، یہی بندگی
مری فکر میں ترے ذکر میں جو چراغ ہیں وہ جلا پیا!

ڈاکٹر نعیم حامد

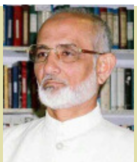

الٰہی! مجھ کو عطا مسندِ ہُنر کردے
مری غزل کا ہر اک لفظ معتبر کردے
نہیں ہے مجھ کو کوئی اِدّعا طلب یہ ہے
خزف ہوں اپنے کرم سے مجھے گہر کر دے
مرے شعور کو دے یُمنِ آگہی سے فُروغ
مرے خیال کو وُسعت میں بحر و بر کر دے
مرے قلم کے ہوں رَشحات لعل و گوہر بار
مذاقِ فکر و تخیّل بُلند تر کر دے
اِلٰہی! روح کو دے میری وہ صُعود و شُہود
جو میری چشمِ جہاں بیں کو حق نگر کر دے
ہرایک رات شبِ قدر ہو میری یارب!
ہر اک سحر کو شبِ قدر کی سحر کر دے
پڑھوں قصیدہِ ''اردو'' کچھ ایسے لہجے میں
کہ زُہرہ داد فلک سے مجھے اُتر کر دے
نعیم کرتے رہو بس یہی دعا کے خدا
خرابِ کوئے سُخن کو خراب تر کر دے

غزل

کبھی رُک گئے کبھی چل دیئے، کبھی چلتے چلتے بھٹک گئے
یونہی عُمر ساری گزاردی، یونہی زندگی کے ستم سہے
کبھی نیند میں کبھی ہوش میں، تُوجہاں ملا تجھے دیکھ کر
نہ نظر ملی، نہ زباں ہلی ، یونہی سرجھکا کے گزرگئے
کبھی زُلف پر کبھی چشم پر، کبھی تیرے حسین وجود پر
جو پسند تھے میری کتاب میں ، وہ شعر سارے بکھر گئے
مجھے یاد ہے کبھی ایک تھے ، مگر آج ہم ہیں جدا جدا
وہ جُدا ہوئے تو سنور گئے، ہم جُدا ہوئے تو بکھر گئے
کبھی عرش پر کبھی فرش پر، کبھی اُن کے درکبھی دربدر
غمِ عاشقی تیر ا شکریہ ، ہم کہاں کہاں سے گزر گئے

وہ کیسی عورتیں تھیں - وارثی

جو گیلی لکڑیوں کو پھونک کر چولہا جلاتی تھیں
جو سِل پر سرخ مرچیں پیس کر سالن پکاتی تھیں
صبح سے شام تک مصروف، لیکن مسکراتی تھیں
بھری دوپہر میں سر اپنا ڈھک کر ملنے آتی تھیں
جو پنکھے ہاتھ کے جھلتی تھیں اور پھر بھی تھک نہ پاتی تھیں
جو دروازے پہ رُک کر دیر تک رسمیں نبھاتی تھیں
پلنگوں پر نفاست سے دری چادر بچھاتی تھیں
بصد اصرار مہمانوں کو سرہانے بٹھاتی تھیں
اگر گرمی زیادہ ہو تو رُوح افزا پلاتی تھیں
جو اپنی بیٹیوں کو سوئیٹر بنا سکھاتی تھیں
سلائی کی مشینوں پر کڑے روزے بتاتی تھیں
بڑی پلیٹوں میں جو افطار کے حصّے بناتی تھیں
جو کلمے کاڑھ کر لکڑی کے فریموں میں سجاتی تھیں
دعائیں پھونک کر بچوں کو بستر پر سلاتی تھیں
اور اپنی جا نمازیں موڑ کر تکیہ لگاتی تھیں
کوئی سائل جو دستک دے اُسے کھانا کھلاتی تھیں
پڑوسن مانگ لے کچھ، باخوشی دیتی دلاتی تھیں
جو رشتوں کو برتنے کے کئی نسخے بتاتی تھیں
محلے میں کوئی مر جائے تو آنسو بہاتی تھیں
کوئی بیمار پڑ جائے تو اس کے پاس جاتی تھیں
کوئی تہوار ہو تو خوب مل جل کر مناتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں.....
میں جب گھر اپنے جاتا ہوں تو فرصت کے زمانوں میں
انہیں ہی ڈھونڈتا پھرتا ہوں گلیوں اور مکانوں میں
کسی میلاد میں، جزدان میں، تسبیح کے دانوں میں
کسی برآمدے کے طاق پر، باورچی خانوں میں
مگر اپنا زمانہ ساتھ لیکر کھو گئی ہیں وہ
کسی اک قبر میں ساری کی ساری سوگئی ہیں وہ

پاک کلچرل سوسائٹی لندن کی جانب سے یومِ قرارداد پاکستان کا انعقاد

رپورٹ وفوٹوگرافی
امجد مرزا امجد

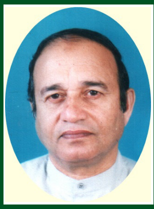

ہر سال کی طرح سابقہ گیارہ برسوں سے برطانیہ کی واحد سماجی تنظیم ''پاک کلچرل سوسائٹی'' لندن نے اس سال بھی یومِ قرادِ پاکستان کو بڑے جوش خروش سے منایا۔ یہ واحد تنظیم ہے جو کئی مہینوں کی محنت ومشقت سے بچوں کو پاکستان کے دونوں قومی تہوار 23 مارچ یوم قرارداد پاکستان اور 14 اگست یوم آزادی کے پروگرام کے لئے تیار کرتے ہیں اور انہیں اپنے وطن عزیز کی تہذیب وتمدن اور قومی تہوار کی آگاہی کے لئے انہیں فوک گیت، نغمے اور اسی موضوعات پر تقاریر کی تیاری کرواتے ہیں اور چاروں صوبوں کی نمائندگی کراتے ہوئے ان کے لباس پہنا کر رنگا رنگ موسیقی کے پروگرام کا انعقاد کرتے ہیں۔ ''پاک کلچرل سوسائٹی لندن'' کے بانی وصدر جناب ڈاکٹر رشید اختر اور ان کی اہلیہ محترمہ کی کئی مہینوں کی انتھک محنت کے بعد اس بار چالیس بچوں نے اس سال بھی اپنے خوبصورت پرفارمنس اور ادائیگی پر بھرے ہوئے ہال سے بھرپور تالیوں کی گونج میں داد پائی۔ اور اپنی اس محنت کے صلہ میں والتھم فاریسٹ کی میئرس

یمی اوشوا اور دیگر کونسلرز اور مقامی اکابرین سے انعامات وصول کئے۔ پروگرام کا آغاز ساڑھے چار بجے ہوا خالد حسین نے تلاوت قرآن پاک سے اس کی ابتدا کی جبکہ فضل حسین نے نعت کے گلہائے عقیدت پیش کئے۔ نظامت کے فرائض پہلے حصے میں محترمہ فرزانہ کوثر صاحبہ نے ادا کئے جبکہ دوسرے حصے میں ڈاکٹر رشید اختر صاحب نے ادا کئے۔ ڈاکٹر رشید اختر صاحب نے اسٹیج پر آ کر تمام مہمانوں اور خاص کر بچوں اور ان کے والدین کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے دو ماہ کی انتھک محنت کے بعد آج کے پروگرام کی تیاری کی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم سابقہ کئی برسوں سے پاکستان کے دو قومی دن اسی طرح مناتے آئے ہیں اور انشاءاللہ مناتے رہیں گے۔ اور یہاں کی نئی نسل کو پاکستان کے تہذیب و تمدن اور اس کی روایات سے آگاہی کرتے رہیں گے۔

بچوں نے مل کر قومی ترانہ پیش کیا۔ ہال میں تمام حاضرین نے ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر پاکستان اور برطانیہ کا ترانہ سنا۔ جس کے بعد مختلف بچوں نے باری باری قومی نغمے اور لوک گیت پیش کئے۔ صوبائی لباس میں بچوں نے تمام صوبوں کے لوک گیتوں کے ساتھ ناچ بھی پیش کر کے خوب داد سمیٹی۔ اس بار والتھم سٹو کی تامل کمیونٹی نے بھی بھرپور حصہ لیا اور بچوں نے خوبصورت لباس و میک اپ میں اپنا روائتی ڈانس پیش کر کے داد حاصل کی۔ محترمہ بھاگش ری بس کارن جو تامل کمیونٹی میں ٹیچر ہیں انہوں نے اردو میں پاکستان کا نغمہ بڑی سریلی آواز میں پیش کر کے بڑی دیر تک تالیوں کی گونج میں داد وصول کی۔ حسب معمول ساؤنڈ سسٹم اور کی بورڈ پر چارلس موجود تھا جبکہ طبلہ کی سنگت ان کے ایک ساتھی کر رہے تھے۔ محترم رضوان صدیقی صاحب نے بھی گانا گا کر داد سمیٹی۔ لوٹن کے معروف گلوکار پنجابی فلموں کے مشہور پلے بیک سنگر خالد مرزا نے بھی دو گیت گا کر سماں باندھا۔ مراد نے بھی دو گانے گائے جن پر اسٹیج پر بچوں نے بھنگڑا ڈالا۔ اس بار پاکستان کے مشہور غزل گائیکی میں بہت بڑا نام فلموں کے پلے بیک سنگر رجب علی بھی تشریف لائے جنھوں نے اپنے مشہور تین گانے گا کر

پروگرام میں ایک نئی جان ڈال دی۔ آٹھ بجے تک یہ خوبصورت ودلچسپ پروگرام جاری رہا۔ جس میں والتھم فاریسٹ کی میئرس یمی اوشو ان کے خاوند مسٹر کے اولو کے اوڈے۔ زیڈیو خان، ڈاکٹر شوکت نواز، نجمہ شاہین، امجد مرزا امجدؔ، کونسلر مسعود احمد، ہارون خان، کونسلر احسن خان، کونسلر رچرڈ سویڈن، کونسلر جوہر خان، کونسلر محمد افضل، سابقہ کونسلر افضل اکرم، سابقہ ہیکنی کے میئر فیض اللہ خان، شاہدہ جلال، دھنک اخبار کی مدیرہ محترمہ سیدہ کوثر شرقپوری، پلیٹ فاریو کی صدر محترمہ سائیرہ، سمارٹ گروپ کی ڈاکٹر فائضہ، کشمیری رہنما پروفیسر شاہد اقبال، اقبال نجیب، اسلم چغتائی، اسلم رشید، زاہد اسلم، نذیر احمد اور دیگر سماجی مذہبی سیاسی اور ادبی اکابرین نے شرکت کی۔

تمام بچوں کو جنہوں نے اس پروگرام میں حصہ لیا انہیں خوبصورت ٹرافی دی گئی۔ ٹرافی دینے والوں میں میئرس ایمی اوشو ان کے خاوند مسٹر اولو کے اوڈے، زیڈیو خان، ڈاکٹر شوکت نواز خان، کونسلر مسعود احمد، سابقہ کونسلر ہارون خان، کونسلر رچرڈ سویڈن شامل تھے اور جن بچوں کو انعامات دیئے ان کے نام عبداللہ۔ عبید، عبداللہ علی، اپسا، اشال، ابراھیم، انایا، مراد، عبداللہ۔ ابیر، دیان، اویزا، حفصہ، امان، رفال، رحیم۔ سم سام، اسوینا، ساسنا، ریا، ضیاء، ساریم، مراد، انایا ہیں۔

آٹھ بجے تک خوب رونق رہی ہال اسی طرح بھرا رہا اور پھر تمام مہمانوں کو مزیدار چکن بریانی اور کباب کے ڈبے پیش کئے گئے۔ اور ساڑھے آٹھ بجے یوم قراردادِ پاکستان کا یہ رنگا رنگ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ ***

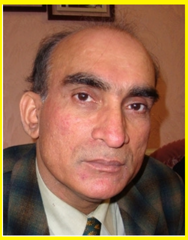

شریف اکیڈمی جرمنی کی 9 ویں سالگرہ فروغ علم وادب کے جذبے کے ساتھ منائی گئی

لاہور میں ایک پرشکوہ تقریب کا انعقاد اور Online **عالمی مشاعرہ**

حصول علم کے ساتھ آداب معاشرت بہت ضروری ہیں (شفیق مراد)

شریف اکیڈمی جرمنی کی نویں سالگرہ کے موقع پر اکیڈمی کے ڈائریکٹر پاکستان ولائت احمد فاروقی نے اکیڈمی ادبیات لاہور میں ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا۔جس میں اہل علم وادب اور صاحب نقد ونظر نے شرکت کی ۔ پروگرام کے آغاز میں اکیڈمی کی روایت کے مطابق دنیا بھر میں علم کو پھیلانے کے عزم کے اظہار کے لئےعلم کی شمع روشن کی گئی ۔اس موقع پر حاضرین نے بھرپور تالیوں سے جوش وجذبے کا اظہار کیا۔ پروگرام کی صدارت ملک کے نامور تجزیہ نگار منشاء قاضی نے کی ۔اور مہمان خصوصی کے فرائض معروف شاعر سید فراست بخاری نے انجام دیئے محترمہ عالیہ بخاری، سلیم اختر اور ریڈیو پاکستان سے منسلک محترمہ غزالہ نظام الدین نے بطور مہمان اعزاز شرکت کے کہ محفل کو رونق بخشی۔ مہمانان اور حاظرین سے احباب نے شریف اکیڈمی کی 9 سالہ علمی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا اور اکیڈمی کے تمام ممبران وعہدیداران کی انتھک محنت اور لگن کو قابلِ ستائش اور قابل تقلید قرار دیا۔متعدد کتابوں کے شاعر اقبال راہی پروگرام کے سرپرست اعلی تھے اس موقع پر اکیڈمی کے چیف ایگزیکٹو شفیق مراد نے ٹیلیفونک خطاب کیا۔ جسمیں انہوں نے کہا کہ شریف اکیڈمی فروغ علم وادب کے لیے نہ صرف ایک ادارے کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ ایک تحریک ہے جو تمام قلمکاروں کو متحرک رکھنا چاہتی ہے۔ مزید براں یہ کہ معاشرے کی اصلاح اور ترقی کے لئے حصول علم کے ساتھ ساتھ آداب معاشرت اور تہذیب اخلاق کی بھی ضرورت ہے۔آخر میں ڈائریکٹر پاکستان ولایت احمد فاروقی جو پاکستان میں انتہائی محنت اور لگن کے ساتھ فروغ علم و ادب کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہیں نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

سالگرہ کے سلسلے کا دوسرا پروگرام آن لائن عالمی مشاعرہ جو کہ مون سٹار ریڈیو سے پیش کیا گیا۔ جسمیں دنیا بھر سے شعراء نے شرکت کر کے اپنے کلام سے سامعین کو نوازا اور شریف اکیڈمی کی سالگرہ کی مبارک دیتے ہوئے توصیفی کلمات سے ادا کئے ۔ پروگرام کی میزبانی کے فرائض ریڈیو کے ڈائریکٹر خضر حیات مون نے بطریق احسن ادا کئے۔ پروگرام پاکستان کے وقت کے مطابق شام 7 بجے شروع ہوا اور رات 2 بجے ختم ہوا۔

شریف اکیڈمی کی بنیاد 23 مارچ 2009 کو فرینکفرٹ کے ایک مقامی ہوٹل میں رکھی گئی۔ جس میں جرمنی کی 6 تنظیموں کے سربراہان نے شرکت کی۔ اکیڈمی کے زیر اہتمام 52 کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جبکہ دنیا کے مختلف ممالک میں متعدد مشاعرے، کتابوں کی تقریب رونمائی، سیمینار اور آن لائن ریڈیو مشاعرے منعقد ہو چکے ہیں۔ اکیڈمی کی جانب سے ادب کے علاوہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خدمات سرانجام دینے والے احباب کو ایوارڈز، اسناد اور خطابات دیئے گئے ۔

(ادارہ)

سعودی ولی عہد محمد بن سلیمان اور ٹامس

اصغر علی بھٹی مغربی افریقہ

(قسط نمبر 2)

جناب مفتی منیب الرحمٰن صاحب ، ہر چڑھتے چاند کو سلام کرنا جن کے فرائض منصبی میں شامل ہے، نے گزشتہ روز اپنے مستقل کالم زاویہ نظر میں زیرعنوان ''1979 کی تدفین'' میں بریلوی نوجوان علماء کو ہلکی پھلکی جگتیں کرتے ہوئے وہابی سعودی عرب کی امریکہ کے کہنے پر برانڈڈ مدرسے کھولنے اور عالی شان مساجد کی تعمیر میں investment کے انکشاف اور شہزادہ محمد بن سلیمان کے Confession کی داستان بڑے مزے لے لے کر سنائی ہے۔ فرماتے ہیں''' یہ سطور میں اہل سنت کے جواں عمر علماء کے لئے لکھ رہا ہوں۔ ہمارے علماء اپنی دنیا میں مگن ہیں یہ امریکہ اور برطانیہ میں ہوں یا پاکستان میں گردوپیش سے بے نیاز رہتے ہیں ''سکھیکی'' میں رہتے ہیں۔ اُمت کے دکھ درد کو محسوس کر کے اپنا سکون برباد نہیں کرتے۔ سوشل میڈیا پر بھی ان کی اپنی دنیا ہے۔ ایک دوسرے کا مذاق اڑانے یا دامن تارتار کرنے میں لگے رہتے ہیں'' پھر 60 اور 70 کی دہائی میں جماعت اسلامی اور امریکہ کے گٹھ جوڑ کو یاد کرتے ہیں کہ ''ساٹھ اور ستر کی دہائی میں بائیں بازو کے صحافی اور دانشور مذہبی جماعتوں اور علماء کو سامراج کا ایجنٹ قرار دیتے تھے۔ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کو امریکہ کا ایجنٹ قرار دیتے تھے اور یہ کہ انہیں وسائل امریکہ مہیا کر رہا ہے۔ ان سے پوچھا جاتا کہ اس کا طریقہ کار کیا ہے وہ کہتے کہ امریکی مولانا مودودی کی کتابیں بڑی تعداد میں خریدتے ہیں اور پھر سمندر برد کر دیتے ہیں اور جماعت کو وسائل ملتے رہتے ہیں'' اس امریکی آشیرباد کے ذکر کے بعد آپ کو آج کے ایران اور سعودی عرب میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی نظر آتی ہیں۔

اس نظرئے کے ثبوت کے لئے آپ نے ٹامس فرائیڈ مین جو شہزادہ محمد بن سلیمان کے قریبی دوست ہیں کے ایک آرٹیکل کو زیب داستان بنایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں'' ٹامس فرائیڈ مین امریکہ کے ایک نامور مصنف اور صحافی ہیں حال ہی میں ان کا ایک آرٹیکل'' ایرانی اور سعودی نوجوان 1979ء کو بھول جائیں'' کے عنوان سے نظر سے گزرا۔ اس میں مسلم دنیا کی نوجوان نسل کو اسلام کی لبرل تعمیر کی امید دلائی گئی ہے۔ یہ تاثر دیا گیا ہے کہ 1979 عالم اسلام میں مذہبی تصلب اور شدت پسند تبدیلیوں کے لئے ایک سنگ میل تھا مگر اب اس کی تدفین ہو رہی ہے۔ اور اس کے بطن سے ایک نئی اور روشن خیال مسلم دنیا وجود میں آرہی ہے۔ ٹامس فرائیڈ مین لکھتا ہے کہ اب ایران اور سعودی عرب میں کچھ چیزیں مشترک ہیں۔ ان کی آبادیوں کی اکثریت کی عمریں تیس سال سے کم ہیں، سوشل میڈیا نیٹ ورک اور اسمارٹ فون کے ذریعہ نوجوان ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ان کی بڑی تعداد اس بات سے تنگ ہے کہ بدعنوان اور گلا گھونٹنے والے علماء کے ذریعہ انہیں بتایا جائے کہ زندگی کیسے گزاریں۔ وہ 1979 کے ماضی کو دفن کر دینا چاہتے ہیں اور ہر اس چیز کو دفن کر دینا چاہتے ہین جو 1979 کے نتیجے میں ظہور میں آئی'' وہ لکھتے ہیں'' میں سعودی عرب گیا تو نوجوانوں کے یہ خیالات سنے'' میں چاہتی ہوں کہ مولوی میرے سامنے سے ہٹ جائیں، میں اپنی زندگی بغیر کسی مداخلت کے گزارنا چاہتی ہوں، میں چاہتی ہوں کنسرٹس میں جاؤں، اپنی گاڑی چلاؤں، اپنا کاروبار کروں، سینیما دیکھوں'' فرائیڈ مین لکھتے ہیں'' مذہبی پولیس کو بازاروں سے ہٹانا، سعودی عورتوں کو گاڑی چلانے کی اجازت دینا، علماء ومفتیان کی طاقت کو محدود کرنا، عورتوں کو اجازت دینا کہ مردوں کے ساتھ کھیلوں میں حصہ لے سکیں ، سینیما گھر کھولنا، مغربی اور عرب فنکاروں کو اجازت دینا کہ وہ مملکت میں آ کر اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔

اس عزم کا اظہار ہے کہ سعودی عرب میں قدامت پسندی کو ماڈریٹ اسلام میں تبدیل کر دیں گے۔ یہی محمد بن سلیمان کا 2030 کا ویژن ہے۔ '' فرائیڈ مین کے اس مضمون کے بعد آپ مستقبل کے سعودی عرب کو انڈین فلموں میں پیش کیا جانے والے ایک سین کی طرح کا دیکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ'' محمد بن سلیمان درحقیقت چین کی طرح'' ایک ملک دو نظام'' کے خاکے کا سعودی چربہ تیار کر رہے ہیں۔ مجھ سے ایک سعودی تاجر نے کہا کہ محمد بن سلیمان کا ویژن یہ ہے کہ اگر آپ مذہبی ہیں اور مکہ جانا چاہتے ہیں تو آپ کو ہموار راستہ ملے گا اور اگر آپ ڈزنی ورلڈ جانا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے وہاں جانے میں بھی کوئی روکاوٹ نہیں ہوگی'' یہ وہ وزن ہے جو ہماری ماضی کی فلموں

میں دکھایا جاتا تھا۔ ایک اداکار تھوڑی پہلے چوری کر رہا ہوتا ہے، ڈاکہ مار رہا ہوتا ہے، کچھ دیر بعد نظر آتا ہے کہ وہ مصلیٰ بچھائے نماز پڑھ رہا ہے اور تسبیح پر ورد کر رہا ہے، کوئی سوال کرتا ہے کہ یہ کیسا تضاد ہے، وہ جواب دیتا ہے کہ وہ میرا پیشہ تھا یہ میرا مذہب ہے۔ یعنی اب معاشرے میں خیر و شر کے نفوذ کے یکساں مواقع دستیاب ہوں گے“۔ مستقبل کے سعودی عرب کا خدوخال بیان کرنے کے بعد اس الجھن کا بھی خود ہی جواب تحریر فرما دیتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے سعودی علماء، وہابی علماء تو بہت متشدد اور سخت گیر ہیں۔ انہوں نے تو یہ متشدد پالیسی پوری دنیا میں پھیلا رکھی ہے اپنے گھر میں وہ کیسے اس کی اجازت دیں گے۔ جناب مفتی صاحب اس کا آسان سا جواب دیتے ہیں کہ اب وہ سب علماء کرپٹ ہو چکے ہیں اور کرپٹ لوگوں میں مزاحمت کی طاقت نہیں ہوتی۔ آپ فرماتے ہیں ”قانون قدرت ہے کہ عشرتیں اور راحتیں انسان کو تن آسان بنا دیتی ہیں اور اس کی مزاحمتی قوت کو مضمحل کر دیتی ہیں، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ ڈھیر ہو جاتا ہے اور مذاحمت کی بجائے مفاہمت کو قبول کر لیتا ہے تا کہ عشرتیں اور راحتیں جاری رہیں، کیونکہ مزاحمت کی صورت میں عشرتوں سے دستبردار ہونا پڑتا ہے جو مشکل کام ہے۔ لہٰذا عزیمت مفقود ہے‘ اس کے بعد آپ ولی عہد محمد بن سلیمان کا واشنگٹن پوسٹ کو دیا گیا انٹرویو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں گویا کہ سب کچھ بدل رہا ہے۔ پس ٹامس فرائیڈ مین نے 1979 کو مذہبیت کے غلبے کی معراج سے تعبیر کیا اور یہ بتایا کہ مسلمان اب اسے بھول جائیں۔ وہ لبرل ازم کو قبول کر لیں اور اب شہزادہ محمد بن سلیمان بھی اسی عزم کا اعادہ کر رہا ہے اور پورے عزم کے ساتھ اس مشن کو لے کر چل پڑے ہیں۔ اس سلسلے میں امریکہ ان کا پشتیبان ہے“ (روزنامہ دنیا مستقل کالم زاویہ نظر زیرعنوان 1979 کی تدفین 31/03/2018)

خلاصہ یہ کہ جب امریکہ نے کہا کہ متشدد اسلام اپناؤ اور دنیا کو جہاد اور جنت تلواروں کے سائے تلے کی تعلیم دو۔ یہ دنیا عارضی اور فانی ہے اس کا علم حاصل کرنے کی بجائے دین کے مدرسوں میں جاؤ تو ہم نے آقا کے حکم کی تعمیل میں پوری دنیا میں خوبصورت مساجد اور مدرسوں کا جال بن دیا۔ مولانا مودودی صاحب کو استاد مودودی کا نام دیا اور ان کی کتب کے عربی تراجم کرائے اور انکو شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا اور سید قطب کی اخوان المسلمین کو اصلی اسلامی جہادیوں کے طور پر پناہ دی امداد دی۔ اب حکم ہوا ہے کہ ہمیں لبرل اسلام چاہیئے تو ہم اس کے لئے بھی حاضر ہیں۔ سید قطب اور مودودی صاحب کی کتب کو سعودی عرب میں بین کر دیا ہے۔ اخوان المسلمین کو دہشت گرد جماعت قرار دے دیا ہے۔ لیکن، لیکن، لیکن میرے پاکستان کے علماء برادری حیران ہے کہ یہ کیا؟ ہم تو ایویں عمران خان کو یوٹرن خان کہتے رہے مگر سعودی حکمران تو ان سے بھی کہیں آگے نکل گئے۔ اب ہم کہاں جائیں؟ کس کو منہ دکھائیں؟ اپنے علماء کو تو راضی کر لیا مگر ہمارا بھی تو کچھ خیال کرتے؟ ہم سے بھی کچھ پوچھ لیتے؟ یہ وہ تصویر ہے جو مکرم مستنصر حسین تارڑ صاحب نے ان حیران کھڑے گروہ علماء کی تیار کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں” اب پچھلے دنوں ایک سانحہ ہو گیا ہے۔ ہم کافر ہوئے ہیں تو وہ مسلمان ہو گیا ہے یا پھر ہم مسلمان ہوئے ہیں اور وہ کافر ہو گیا ہے۔ یکدم یوٹرن لے لیا ہے اور ہم پریشان کھڑے ہیں۔ بقول اظہار الحق کے ہم نے اپنے ٹیلی ویژن توڑ ڈالے، اپنی خواتین کو یہ لمبے لمبے سیاہ چوغے پہنا دیئے، ہر اس شے کو حرام قرار دیا جس میں خوشی کے حصول کا کوئی ذرہ بھر خدشہ تھا۔ اپنے بچوں کو سعودی امداد سے قائم ہونے والے مدرسوں میں داخل کرا دیا۔ شلواریں گھٹنوں سے اوپر کر لیں۔ یہاں تک کہ خدا حافظ کی بجائے اللہ حافظ کہنے لگے۔ اپنے علاوہ ہر فرقے کو کافر قرار دیا۔ یعنی ہمارا حال تو نور جہاں جیسا ہو گیا ہے کہ ساہنوں نہر والے پل

تے بلا کے خورے ماہی کتھے رہ گیا۔ ماہی کے اپنے علماء کرام نے ایک اور فتویٰ دے دیا ہے کہ پردے کے لئے عبایا پہننا ضروری نہیں۔ ویلنٹائن ڈے میں کچھ حرج نہیں اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے۔ اب ان دنوں سعودی عرب میں جو ”انقلابی“ تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، تو مجھے حیرت ہے کہ مذہبی جماعتوں کی جانب سے اس ترقی پسندی پر کچھ احتجاج نہیں ہوا۔ کم از کم شباب ملی کے ڈنڈا برداروں کو تو ویلنٹائن ڈے کو جائز قرار دینے پر کچھ تو ہلا گلا کرنا چاہیئے تھا۔۔ عجب سلسلے ہیں کہ سعودی کوئے یار سے نکلتے ہیں تو راہ میں ٹھہرتے ہی نہیں، سیدھے سوئے دار جاتے ہیں اور ہم ہیں نہر والے پل پر حیران کھڑے ہیں کافر کھڑے ہیں یا مسلمان کھڑے ہیں کچھ معلوم نہیں۔ کرائے کے لوگوں کا یہی حشر ہوتا ہے۔

(روزنامہ 92 نیوز مستقل کالم ہزار داستان زیرعنوان ساہنوں نہر والے پل تے بلا کے جناب مستنصر حسین تارڑ 04/03/2018)

***

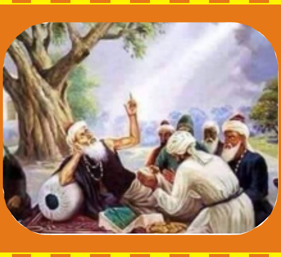

مرشد

ناولٹ

فضیل عیاض احمد

"رات کی تاریکی وہ خزانہ ہے جس کی کوکھ سے صبح کا سونا جنم لیتا ہے"

ٹیگور کی لکھی یہ سطر میرے ذہن کے نہاں خانوں سے نجانے کیسے نکل کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔ میرے چاروں طرف ایک گھمبیر خاموشی کا عجیب سا شور مچا ہوا تھا۔ میں اس میں خاموشی میں پوشیدہ شور سے کان بند کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور شور میں موجود خاموشی کی آواز میں سے ان آوازوں کو الگ کرنے لگا جو میری سماعتوں سے ہر روز ٹکراتی تھیں۔ لیکن باوجود کوشش کے میں کسی آواز کو الگ سے پہچان نہ سکے میری ذات اندر سے کرچی کرچی ہو کر بکھرنے لگی کے یوں لگا کے میں سانپ سیڑھی کا کھیل کھیل رہا ہوں ہر دفعہ جب سیڑھی کے راستے اوپر چڑھتا ہوں تو سناٹے کا سانپ مجھے ڈس لیتا ہے اور میں خاموشی کا شور سنے بغیر ہی سیڑھی سے نیچے گر جاتا ہوں۔ میں نے بہت سوچا کہ رات کی کوکھ سے تو صبح کا سونا جنم لے ہی لیتا لیکن خاموشی کے شور میں اپنی پسند کی آواز کیوں نہیں سن پاتا۔ خیال اور دھیان کیوں میری ذات کے اندر ہونے والے کرچی کرچی وجود کو وہ آواز سنا نہیں پاتا۔ میں نے تنگ آ کر اپنے وجود کے خارج کو آواز دی اور ایک ہیولا میرے سامنے آن کھڑا ہوا۔ مجھے گمان گزرا کہ شاید یہ میں ہی ہوں لیکن گمان کیوں یقین کیوں نہیں؟

ہاں گمان اور یقین کے مابین کا کوئی لمحہ ہی تھا۔ وہ ہیولا شاید میری ہی طرح کا کوئی اور تھا۔ پھر میری ذات کی کرچیوں نے یک بیک اچھلنا شروع کر دیا اور خاموشی کے شور میں میں نے ایک آواز پہچان لی مجھے ادراک ہوا کہ یہ آواز بھی میری ہے لیکن اس آواز نے کہا اور میں نے یوں ہی سنا۔ تمہارے چہرے پر لکھی مسکراہٹ سے میں سمجھ رہا ہوں کہ شاید تمہیں میرا ابلاغ نہیں ہو رہا کہ خاموشی کے شور میں ایک آواز کو کیسے پہچان پایا لیکن مجھے گیان ہو گیا کہ یہی وہ آواز تھی جس کی مجھے جستجو تھی لیکن اطمینان میرے نصیب میں نہیں تھا۔ اچانک مجھے یوں لگا کہ یہ آواز بھی اجنبی ہے اور میں اسے پہچان کر بھی پہچان نہیں پا رہا۔ خیر اب میں نے اپنی سماعتوں کو مزید نکھارا اور بصارتوں کو بھی اُجالا لیکن ہیولے کے خدوخال مجھ پر واضح نہیں ہوئے اور آواز بھی نہیں کھلی یوں لگ رہا تھا کہ کوئی دلہن پہلی رات اپنے پیا سے مخاطب ہے جس کے لہجے میں اجنبیت کے ساتھ ساتھ والہانہ پن، محبت کی چاشنی، چاہت کی آمیزش ہے۔ اور آواز میں عجیب نغمگی اور ترنم ہے۔ ہیولے کے لب ہولے ہولے تھرتھرا رہے تھے جیسے کوئی پہلی مرتبہ اپنی محبوب سے اظہار محبت کر رہا ہو۔ میں نے سنا کے وہ کہہ رہا تھا، "تم کوئی مرشد ڈھونڈو" مرشد؟ میں نے تعجب سے کہا۔ "ہاں کوئی مرشد، کوئی ہادی کوئی رہنما۔"

اور پھر یہاں سے میرے سفر کا آغاز ہوا۔

میں کسی کیمیادان کی جستجو میں چل نکلا جو اپنی کیمیا سے میرے تن کو سنہرا کر دے۔ میں کسی پارس پتھر کی تلاش میں سرگرداں ہوا جس کو چھو کر میں بھی کندن بن جاؤں۔ وقت، سمے، لمحے، ثانیے سب بے معنی ہو کر رہ گئے میں لمحوں کو اپنے قدموں تلے پامال کرتا ہو وقت کو روندنے چل نکلا۔

وقت کے بے رحم ہاتھوں میں میرا وجود سمے کے سفر پر رواں تھا۔ میں نے وقت کو کھنگالنا شروع کیا لیکن وقت کو کریدنا بڑا جوکھوں کا کام تھا۔ کوئی کیمیادان کہیں نہ تھا جو میرا تن سنہرا کر دے جو میرے اندر کو کندن کر دے۔ سمے نے کب کسی کا ساتھ دیا ہے اور لمحے کب کسی کے ہاتھوں میں ٹھہرے ہیں۔ یہ تو خشک ریت کی مانند ہیں جسے مٹھی میں دبا بھی لو تو تھوڑی دیر میں مٹھی خالی ہو جائے گی۔ یہ ذرہ ذرہ ہو کر گرتے رہتے ہیں اور کبھی بھی قابو میں نہیں آتے کوئی ریاضت ان کو قابو میں نہیں کر سکتی، میں نے وقت کو کریدا اور لمحوں کے اندر کی جستجو کی لیکن سمے میرے ہاتھ سے نکلتا ہی چلا جا رہا تھا اور خاموشی کے شور میں سے ہر رات ہی وہ آواز اپنے ہیولے سمیت آ جاتی اور کہتی کہ کوئی مرشد ملا یا نہیں اور آہستہ آہستہ وہ دن آئے کہ آواز بھی خاموشی بن گئی اور ہیولا ساکت وصامت ہو گیا لیکن ہر روز خاموشی کے شور میں دونوں آتے اور ایک سوال بن کر کھڑے ہوتے اور سمے خود ہی ان کو جواب دے دیتا کہ نہیں اور پل بھر میں دونوں اوجھل ہو جاتے۔ اب میرے ہاتھوں میں وہ جان نہ رہی تھی اور لمحے جو پہلے ذرہ ذرہ بن کر ہاتھ سے نکلتے تھے اب چھوٹے بچے کی مٹھی میں بھری ریت کی طرح ہو گئے تھے جسے وہ اپنی مٹھی میں بھر لیتا ہے اور پھر مٹھی کو بند کر لیتا ہے اور ریت اس کے ہاتھ سے پھسلنا شروع ہوتی ہے اور لمحہ بھر میں مٹھی خالی کر دیتی ہے۔ وہ پھر مٹھی بھر لیتا ہے۔ میں اپنے آپ کو آمن حوتپ سوئم کے تین ہزار خانوں والے Labyrinth میں محسوس کر رہا تھا جس کا ہر خانہ ہی بند تھا۔ آواز اور ہیولا ہر روز آتے اور چلے جاتے۔ سمے اڑ رہا تھا۔ پھر مجھے ایک روز روشنی نظر آئی سفید روشنی جو ایک روزن سے نکل نکل کر چاروں اور پھیل رہی تھی میں اس روزن کی جانب بڑھا تو میں نے دیکھا کہ آواز اور ہیولا بھی وہیں پر ہیں، میں نے کہا کہ تم یہاں کہاں، ہیولے نے یوں حرکت کی جیسے کہہ رہا ہو کہ خاموش۔ میں

نے خاموشی کے شور سے آنے والی آواز سے بھی کہا کہ تم یہاں کہاں اس نے بھی ہیولے کے لرزاں لبوں سے خاموشی کی تلقین کی اور اسی روزن کی طرف متوجہ ہوگئی، روشنی عجب طرح سے نکل کر لفظوں کی طرح اُڑی جا رہی تھی اور ایک عبارت روشنی کے لفظوں سے ابھر رہی تھی۔ میں نے غور کیا کہ وہ آواز اور ہیولا بھی اس عبارت کے لفظوں کی مانند ہی تھے۔

میں نے اپنی ذات کی ساری کرچیوں کو مجتمع کیا اور اپنی اندر کی ساری سچائیوں کو جمع کیا کہ شاید کہ وہ لفظ مجھ پر کھل جائیں۔لیکن وہ لفظ مجھ پر نہ کھلے۔میں نے ہیولے کو دیکھا کہ وہ مسکرا مسکرا کر مجھے تک رہا تھا اس کی آنکھوں کے نیچے ایک غیر محسوس سا کھنچاؤ جو مسکراتے ہوئے پڑ جاتا ہے مجھے کہہ رہا تھا کہ اب بولو کہاں ہے تمہارا کیمیا دان، کہاں ہے تمہارا پارس پتھر، تم روشن لفظوں کو پڑھ نہیں سکتے، تمہیں پارس نہیں ملا نا! میں نے ایک بار پھر ان روشن لفظوں کو پڑھنے کی کوشش کی لیکن میری نظر ان سے نکلنے والی روشنی سے چندھیانے لگی، میں پھر بے بس ہو کر آنکھوں پر ہاتھ رکھنے لگا آواز نے کہا کہ ہیولے کا ہاتھ تھام لو! میں نے کہا کہ وہ تو بس ایک ہیولا ہے اس کا ہاتھ کہاں ناگاہ ہیولے سے روشنی کی ایک نامعلوم سے لکیر نکلی جو میری جانب بڑھنے لگی ہیولے کے خدوخال کچھ نمایاں سے ہونے لگے، مجھے یوں لگا کہ ایک وجود مجھ پر کھلنے لگا ہے لیکن خدوخال پھر کچھ مدھم سے ہو گئے لیکن وہ لکیر آہستہ آہستہ میری جانب آتی رہی میرے بائیں جانب آ کر میرے سینے کے عین اوپر رک گئی اور پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ مشرق کی جانب سفر پر روانہ ہو میں نے اپنا منہ مشرق کی سمت کیا اور روشنی کی لکیر میرے اوپر اوپر چلنے لگی اور میں چلتا رہا چلتا رہا اور رات ہوگئی۔رات جس کے بارے میں میں اس یقین پر قائم تھا کہ صبح کا سونا اس کی کوکھ سے پھوٹیگا۔میں تھک کر رکنے لگا تو روشنی کی لکیر سے خاموشی کی آواز نے مجھ سے کہا کہ بس اتنی جلدی تھک گئے؟ ابھی تو پارس تک جانا ہے۔ابھی تو کیمیا دان کو ڈھونڈنا ہے۔میں نے کہا کہ میری تھکن کی وجہ میری عمر نہیں میں نے تو اس جستجو میں اپنی عمر بتا دی ہے لیکن کیا کروں کہ پاشکستہ ہوں اور زاد سفر بھی کم ہو رہا ہے اور کیمیا دان نے اگر کوئی ایسی فہرست دے دی کہ یہ لاؤ گے تو تمہارا تن سنہرا ہوگا تو میں کیا کروں گا؟

آواز نے کہا کہ ابھی کیمیا دان ملا نہیں اور تم گمان اور شک کے چشمے پر آن بیٹھے ہو۔اٹھو اور اپنی پاشکستگی کو بھول جاؤ، عمر تو ایک اضافی بات ہے یہ تو کم ہو یا زیادہ سنہرا ہونے کا اس سے کیا تعلق، ہو سکتا ہے کہ کیمیا دان نہ ہو پارس ہو اور تم چھو کر ہی سنہرے ہو جاو کندن ہو جاؤ آگ میں جانا ہی نہ پڑے۔سو میں اٹھا اس یقین کے ساتھ کے رات تو جانے ہی والی ہے ہیولے سے نکلنے والی لکیر بھی ساتھ ہے ہی اور خاموشی کی کوکھ سے پھوٹتی آواز بھی ہمراہ ہے میں نے ہمت کی اور قدموں کی شکستگی کو فراموش کر دیا اور قدم قدم چلنے لگا لیکن اب میرے قدم اس بچے کی طرح اٹھ رہے تھے جیسے کوئی بچہ پہلی بار چل رہا ہو میں اپنے چلنے پر کچھ سرگرداں ہوا تو ہیولے کے لرزاں لب ہلے، میرے دل میں آواز اتری پیغام ملا کہ ہوتا ہے! یوں ہی ہوتا ہے! جب بھی کوئی دشت بلا میں سنبھل سنبھل کر چلنا شروع کرتا ہے تو اس عالم کا ذرہ ذرہ اس کو محبوبیت کی نظر سے دیکھتا ہے اور وہ اس کی طرف کھنچتا ہے اور اس کا چلنا اس بچے کی مانند ہوتا ہے جو ابھی چلنا سیکھ رہا ہو اور اس کو ہر پل یہ خوف ہوتا ہے وہ گرنے کو ہے اور وہ ہر طرف ہاتھ پھیلا کر سہارے کی کوشش کرتا ہے لیکن سامنے ماں کی باہیں ہوتی ہیں اور وہ سیدھا ان کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور جب قریب ہونے لگتا ہے تو دوڑ پڑتا ہے۔اس پیغام نے میرے اندر مانو ایسی ٹھنڈ بھر دی جیسے بالو کی تپتی ریت پر چلتے مسافر کو جس کے لب مسافت کی طوالت سے خشک اور سورج کی تپش اور خشک ہوا کے چلنے سے پھٹنے کے قریب ہوں، کوئی ایک ٹھنڈ بھرا ہوا پانی کا مشکیزہ دے دے۔

اچانک ہیولے کے لرزاں لبوں سے ایک پیغام ابھرا جسے آواز نے میرے اندر پہنچایا کہ لو ہم قریب ہو ہی گئے۔ مجھے دور سونا اگلتی صبح کی روشنی میں مشرق کی جانب ایک بستی کے آثار نظر آئے، جس میں دور سے ایک سفید مینار مجھے لمحے بھر کو نظر آیا۔اور پھر افق پر غائب ہو گیا۔میں نے آنکھیں مل کر دیکھا کہ وہ مینار کہاں گیا۔ہیولے کی جانب دیکھا تو اب ہیولی بھی غائب تھا۔روشنی کی لکیر معدوم تھی اور میرے قدم تیزی سے بستی کی جانب اٹھنے لگے۔اور میرے من پر سکینت کی پھوار تیز تر ہونے لگی۔ سے نے کہا کہ کیمیا دان یہیں ملے گا اور یہیں شاید پارس مل جائے اور شاید یہاں سے میں سنہرا ہو نکلوں۔یہی گیان کا اتم لمحہ تھا!

۲

چلتے چلتے میں بستی کے بہت قریب ہو گیا اور پھر بستی کے آثار نمایاں ہو کر سامنے آنے لگے۔نظر کے دھند لکے دور ہونے لگے، بستی کے خدو خال واضح ہو گئے۔میں بستی کے باہر ایک درخت کے پاس سانس لینے کو رکا۔اور پھر بیٹھ گیا۔اس سوچ میں تھا کہ اب کس کے پاس جاؤں اگر ہیولے کے بات درست ہے تو کیمیا دان یہیں کہیں ہوگا، میرے گیان کے پردے پر ایک شبیہ رقصاں ہونے لگی، ایک شخص جو آگ سلگائے بیٹھا ہے اس کی ارد گرد طرح طرح کے پتھر اور جڑی بوٹیاں پڑے ہیں اور ایک کٹھالی میں ایک سیال ابل رہا ہے اور وہ کبھی ایک بوٹی اٹھا کر اس میں ڈالتا ہے اور سیال لمحہ بھر کو سنہرا ہو جاتا ہے اور پھر سیاہ اور سامنے لوگ طرح طرح کے لوگ جن کے چہروں پر عجب کہانیاں لکھی تھیں جو شک، ظن، گمان کے مابین رقصاں تھے، کسی بھی چہرے پر سکون کی پرچھائیں نہ تھے۔ مجھے گیان ہوا کہ یہ سب تو صرف تن کو اجلا کرنے آئے ہیں، میرے اندر سے نے سرگوشی کی کہ من کا لوبھ اور اندر کا کرودھ مل گیا تو کندن کیا خاک ہوگا۔ دیکھ ان سب کے چہروں پر ان کے اندر کی کہانیاں لکھی ہیں ان کے تن ان کی روح کا آئینہ ہیں جیسے ان کے تن

دریدہ ہیں ویسی ہی ان کی روح بھی ریزہ ریزہ ہے، جیسے ان کے تن میلے ہیں ویسی ہی ان کے من میں بھی لوبھ اور کرودھ کی باس بسی ہے ابھی سمے نے اپنی بات پوری بھی نہیں کی تھی میں اپنے کندھے پر ایک نرم ہاتھ کا دباؤ محسوس کرتا ہوں۔ مڑ کر دیکھتا ہوں کہ ایک خوردسال نوجوان جس کی مسیں ابھی بھیگی ہی ہیں مجھے دیکھتا ہے اور کہتا کہ لگتا ہے کہ آپ مسافر ہیں۔ اس بستی میں آپ کا سواگت ہے یہ محبتوں کی بستی ہے، یہ مقام الفت ہے، یہاں دلوں کو شانتی ملتی ہے، یہ وہ سرائے محبت ہے جہاں امن قیام کرتا ہے۔ آیئے میں آپ کو اپنے مرشد کے مہمان خانے میں لے چلوں، میں جو شکستہ پا ہوں اور اپنے من کے دشت بلا کو پار کر کے آیا ہوں اپنے آپ سے بھی اجنبی ہوں اس مہرو نوجوان کے ساتھ اس کے مرشد کے مہمان خانے کی طرف چل پڑتا ہوں۔ اچانک میری نظر ایک عبارت پر پڑتی ہے تو مجھے صدیوں کے منظر نامے اپنے آنکھوں کے سامنے گردش کرتے نظر آتے ہیں۔ ہاں یہ تو وہی روشن لفظ ہیں جو روزن سے نکلنے والی روشنی سے تخلیق ہوئے تھے۔ عبارت کی تحریر کچھ یوں ہے۔

”دیکھو جب دل شکستہ ہونے لگیں، دھرتی پر جورو جفا راج کرنے لگے، نیلے آکاش سے آنے والے حرف دھندلا جائیں، ارفع آوازیں پستی میں ڈال دی جائیں، تب مشرق میں کوئی ستارۂ صبح نکلے گا“

میں نے عبارت پڑھی، میں سوچتا ہوں اب سے زیادہ دل کیا شکستہ ہوگا، آج کے سمے سے زیادہ اور کون سا سمے پست ہوگا جب ساری ارفع آوازیں پست ہوگئ ہیں، اور نیلے آکاش سے آنے والے حرف تو اب بس ہمت والے ہی پڑھ سکتے ہیں دھرتی پر جورو جفا کی وہ دھند چھائی ہے جس کی کوئی مثال ہی نہیں۔

جوان رعنا جو میرے ہمراہ ہے میں اسے دیکھتا ہوں میری نگاہوں میں ایک سوال ہے میں حیرت میں گم ہو جاتا ہوں کہ وہ میری نگاہوں میں لکھے سوال کو پڑھ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ”ہاں ایسے ہی ہے“

حرف جو روشن ہوں وہ خود بولتے ہیں، اور چہرے جو روشن ہوں وہ ایک کھلی کتاب کی مانند ہوتے ہیں، چہرے جن پر سچائی کی تحریریں ہوں ان سے سکینت کے رنگ جھلکتے ہیں، اس جوان رعنا کا چہرہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اس پر لکھی ہوئی تحریر میرے اندر سرایت کرتی جا رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا سکون کی یہ کیفیت کیا مجھے بھی نصیب ہوگی۔ وہ میرا ہاتھ تھامے ایک چھوٹے سے گھر میں لے آیا۔ پھر اس کے کنج لب سے حرفوں کی پھوہار برسنی شروع ہوئی بس عام سی باتیں آپ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں؟ میں اسے کیا بتاتا کہ ایک ہیولے اور سناٹے میں چھپی آوازیں میری مدد کو آئیں اور میں یہاں تک آ گیا۔ میرے لبوں سے ایک جملہ آزاد ہوا ”بس ایک غیبی آواز نے مدد کی تو یہاں تک آیا ہوں“ ”گویا آپ بھیجے گئے ہیں“ پھر تو آپ ہمارے بہت ہی معزز مہمان ہوئے“ میرے لب حرفوں کے معاملے میں کچھ زیادہ مددگار نہیں، اس لئے ان پر میں نے ایک مہر سکوت ثبت کر لی۔

دن بیت گیا، پر مجھے لگا کہ ایک سمے بیت گیا۔ ابھی رات اترنے میں کافی دیر تھی کہ وہ جوان رعنا پھر آ گیا چہرے پر ایک ملکوتی مسکان لئے۔

چلیں آپ کو کہیں لے چلیں، میں ایک لاشۂ بے جان کی طرح اس کے کہنے پر اس کے ساتھ ساتھ ایک سمت کو رواں ہوا۔ لیکن ابھی میری آنکھ منظر پر پوری طرح گرفت بھی نہیں کر پائی تھی کہ اس کی آواز آئی لو ہم پہنچ گئے۔ دیکھا تو ایک معبد تھا، جس کی سادگی سے بنی سفید عمارت عجب پروقار تھی۔

میں معبد کے اندر داخل ہو گیا!

یہاں لوگ تھے میرے اس تصور کی طرح لوگ جو میں نے کیمیا دان کے سامنے دیکھے تھے۔ لیکن ان کے چہروں پر سکون کی چھایا تھی، آنکھوں میں مہر کی جھلک تھی، اجلے چہرے، روشن پیشانیاں، مجھے یوں لگا کہ جیسے میں چہروں پر لکھی تحریریں کے فن سے آشنا ہوں، اور یہ ان چہروں پر وہ روشن عبارت لکھی ہے جو روشنی کے روزن سے پھوٹ رہی تھی۔ ہر چہرہ بس ایک ہی بات کہہ رہا تھا کہ یہیں ہے وہ دارالامن واماں جہاں پر سکینت اور اطمینان کے خزانے لٹائے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے اس سکون نے مجھے اور مضطرب کر دیا اور میں اور بے سکون ہو گیا۔

سمے بہت ہی بے مہر ہوتا ہے، یہ رکتا نہیں بس کہتا ہے اور چلا جاتا ہے میں نے سمے سے آنکھیں ملائیں اور اس سے کہا کہ بول اب تو کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کیا کہنا تو نے خاموشی اور سناٹے کی چیخ نہیں سنی۔ کہ یہی سمے ہے جب ہر طرف لوبھ اور کرودھ کی چھایا ہے، تو نے ان کو نہیں دیکھا جو سمے کی آنکھ نے تجھے کیمیا دان کے حضور دکھایا۔ جب تک تیرا من اپنے اندر کو اجالتا نہیں تیرا تن کندن نہیں ہو سکتا۔ تو شانت تب ہی ہوگا جب تیرے اندر کے سانپ مر جائیں گے۔ جب تو اپنے آپ کی نفی کر کے روشنی کا اثبات کر دے گا اس روشنی کا جو تیرے اندر سے نکلتی ہے اور کہیں خارج میں جا کر واپس پلٹتی ہے تو پہلے سے زیادہ طاقتور۔

میں نے سمے سے کہا کہ بول کہ اب وہ ہیولی کہاں ہے اور سناٹے سے اب آواز کیوں نہیں آتی۔ سمے نے کہا کہ سناٹے کی آواز تب آتی ہے جب من میں جستجو ہو، کچھ پانے تمنا ہو، برگ آواز تب ہی گرتا ہے اور گنبد وقت کے سناٹے میں تب ہی ایک گونج پیدا ہوتی ہے جب من باہر کی آوازوں سے اپنا ناطہ توڑ لیتا ہے اور ہیولی بھی تب ہی خارج میں آتا ہے۔ جوان رعنا نے کہا کہ چلیں کے معبود کے حضور بلایا جا رہا ہے۔ میں بھی لوگوں کے ہمراہ ترتیب میں جا کھڑا ہوتا ہوں اور میرے اندر سے انا کے کتنے ہی بت ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں۔ اور زمین پر سر دھرتے ہوئے یوں لگتا ہے کہ شاید آج پہلی بار ہی اپنا سر زمین پر رکھ رہا ہوں، آنکھیں جن کے سوتے نجانے کب کے خشک تھے یکایک جل تھل ہونے لگتی ہیں، میرے اندر سوالات کے انبار لگنے لگتے ہیں، میں سوچ کے ایک ایسے دائرے میں قید کر دیا

گیا ہوں جہاں بس سوال ہی سوال ہیں۔ کیوں؟ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ آنکھوں سے جل کیوں بہنے لگا ہے؟ دل کی بے قراری قرار کی طرف کیوں بڑھنے لگی ہے؟ انا کے بت کیوں ٹوٹنے لگے ہیں؟ اور میں ان سوالوں کی بھول بھلیوں میں اپنا سر مسجود کے سامنے رکھتا ہوں ہر دفعہ سر رکھنے کے بعد دل کے قرار میں اضافہ ہوتا ہے۔

رات پھر آ رہی ہے۔ شام کا سورج ڈھلنے کو ہے۔ جوان رعنا کہنے لگا ''تم اس بستی میں آ تو گئے ہو لیکن کچھ دیر ہو گئی ہے، لوگ روشنی کے روزن سے نکلنے والی عبارتیں پڑھ چکے ہیں''

میں کچھ ملول ہوتا ہوں لیکن میرا ملال اس جوان رعنا کی آنکھوں سے اوجھل نہیں، وہ کہتا ہے ''دل گیر مت ہو، تم صحیح جگہ پر پہنچے ہو، تمہاری جستجو کی ظاہری منزل یقینا یہی ہے لیکن یہاں سے ایک نئے سفر کا آغاز ہے، تم کو اپنے آپ بیچنا ہوگا، کسی ایک کے ہاتھ میں دینا ہوگا، تاکہ وہ تمہاری طرف رہنمائی کر سکے، میں سوچتا ہوں کہ کیا اب میرے دل کی جستجو کا اختتام ہے، اگر جستجو ختم ہو جائے تو منزل کی تلاش ختم ہو جاتی ہے۔ جوان رعنا کہنے لگا ''نہیں جستجو کا اختتام کہاں، حقیقی جستجو تو اب شروع ہو گی، پہلے تو منزل کا تعین ہی نہ تھا اب منزل معین ہوئی ہے تو اب تم اپنی اصل کی جستجو شروع کر دو، میں نے سوچا کہ اصل کی تلاش میں تو میں نے سناٹے کی آواز کا تھا تھا اور ہیولے کے پیچھے روانہ ہوا تھا،،

جوان رعنا نے کہا کہ وہ تو صرف نشان منزل تھا، ایک سنگ میل تھا، ایک صدائے راہ تھی، ابھی تو تم کو زندگی کے چشمے کی طرف جانا ہے، جس کا کوئی انت نہیں، جو تب سے ہے جب کچھ بھی نہ تھا، اور وہ صرف ان کے لئے رواں ہوا ہے جو اس کی جستجو میں اپنے من کو میل کو اس کو پانے کی آرزو سے دھوتے ہیں، اور جب وہ اس پر پہنچتے ہیں تو پھر اس کے کنارے سے اس کے انت کی طرف جانے کی جستجو میں کھو جاتے ہیں اور ہر لمحہ ایک نئی منزل ان کی طرف آتی ہے اور وہ اس کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اگلی منزل کی طرف رواں ہو جاتے ہیں اور چشمے کا تو کوئی انت ہے ہی نہیں۔

میں سوچتا ہوں کہ سنا ہے کہ سچ یہی ہے اور اسی سچ کے لئے لوگ آگ میں بھی اتر گئے اور کئی نے اس راہ میں فنا کے گھاٹ سے پانی پیا۔ جوان رعنا مجھے مرشد کی خانقاہ میں لے جاتا ہے جہاں وہ بتاتا ہے کہ دیکھو کوئی پیاسے چشمۂ حیات کی جستجو میں آئے ہیں۔ مجھے ہر چہرے پر ایک نئی کہانی کے رنگ نظر آتے ہیں۔ میں جو خود ایک کہانی ہوں، ایک ایک چہرے کو غور سے دیکھنے لگتا ہوں' چہروں کی لکیریں کہانیاں کہنے لگتی ہیں۔ ہر کہانی کا ایک ہی انت ہے ہر کتھا میں ایک ہی سوال ہے کہ میں اپنی اصل کو کیسے پاؤں۔ ہر کوئی اس جوان رعنا سے سوال کرتا ہے۔ وہ ایک ہی جواب دیتا ہے اس کے چہرے کی ملکوتی مسکراہٹ میں اطمینان کا سمندر ہے کہ بس تم سب اس زندگی کے چشمے پر جانے کی کوشش کرو جہاں سے سب نے زندگی پائی اور ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے۔

میں نے اس زندگی کے چشمے کا پتہ پوچھنے کے لئے اس جوان رعنا کے ہاتھ کو تھام لیا اور میرا انگ انگ سوالی ہو گیا اور اس جوان رعنا نے کہا کہ بس ذرا آنکھ کے پانی کو اس روانی سے چلاؤ کہ وہ بہتا ہوا اس چشمے تک پہنچ جائے اور پھر اس کا پانی خود بخود تم تک آنا شروع ہو جائے گا۔

میں سوچتا ہوں کہ عجیب بستی ہے اور عجیب لوگ ہیں یہ! اتنی بڑی باتیں اور اتنی آسانی سے کہہ جاتے ہیں۔ جوان رعنا کہنے لگا ''یہ باتیں تو اوپر سے آتی ہیں عقل سے نہیں، عقل تو تب تک اندھی رہتی ہے جب تک زندگی کے چشمے سے فیض نہیں پا لیتی،،

''اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری رسائی بھی اس زندگی کے چشمے تک ہو جائے تو تم بھی اپنے دل کے کرودھ اور لوبھ کو آنکھوں کے پانی سے دھو لو، ضبط کے سمندر میں غصے اور گلہ کو غرق کر دو تو ممکن ہے کہ زندگی کا چشمہ اپنا پانی تم تک بھی لے آئے''

میں جو کسی مرشد کی جستجو میں تھا میں نے سوچا کہ یہ جوان رعنا ہی تو کہیں مرشد نہیں؟ پر مجھے کس طرح پتا چلے کہ مرشد کون ہے؟

نجانے نے اس جوان رعنا پر میرا سوال کیوں کر کھل گیا۔ اس نے کہا کہ رات بہت اتر آئی ہے اور اب طیور شب اپنی پرواز کا آغاز کرنے کو ہوں گے۔ تم چاہو تو اپنی آنکھیں موند لو اور بستر پر لیٹ جاؤ لیکن اگر تم کو زندگی کے چشمے کو پانی کی آرزو بے چین کرے تو معبد میں چلے آنا اور مسجود کے سامنے اپنے سر رکھ کر اس سے بقا کا سوال کرنا۔ تو شاید تم پر کھل جائے کہ مرشد کون ہے؟

۳

رات کا نجانے کونسا پہر تھا کہ یکا یک میری آنکھ کھل گئی، اس بستی کی یہ رات خاصی گرم تھی۔ میں جس جگہ تھا وہ جگہ معبد سے کوئی زیادہ دور نہ تھی۔ لیکن ابھی مجھے راہ سے زیادہ آشنائی نہ تھی اس لئے میں اپنے بستر پر ہی پڑا رہا۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دور سے آتی ہوئی ایک آواز نے مجھے چونکا دیا مجھے یوں لگا کہ جیسے کوئی بے قراری سے تڑپ تڑپ کر آہ و زاری کر رہا ہو، میرے اندر ایک عجیب لہر نے جنم لیا، میں اپنے بستر سے اٹھا اور آواز کی تلاش میں چل پڑا۔ سے نے میرے ہاتھ پکڑ لئے، کہاں چل دیئے؟

''یہ کون ہے جو اس طرح زاری سے آہ و بکا کر رہا ہے؟''

''کوئی بھی ہو تم اس کی تنہائی میں کیوں مخل ہو رہے ہو؟''

سے نے مجھ سے کہا کہ ''یہی وہ لمحہ ہے جس میں تم بھی طیور شب کے ہمراہ پر پرواز کھولو! میں لمحہ بھر کو رکا۔ سے کی بات نے رات کو وہ لمحہ سامنے لا کھڑا کیا جب جوان رعنا نے کہا تھا کہ ''اب طیور شب اپنی پرواز کا آغاز کرنے کو ہیں''

میرے قدم خود بخود اس جانب اٹھنے لگے جہاں ظاہری پاکیزگی کا سامان مہیا تھا، اور میں نے اپنے وجود سے مسافت اور وقت کا گرد و غبار صاف کیا اور پھر اپنے

مسجود کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

دانش، علم، گیان، معرفت سب ہی کچھ تو حاصل ہو جاتا ہے جب انسان اپنی ذات سے الگ ہو کر ایک زندہ حقیقت کی جستجو میں لگ جاتا ہے۔

مرشد کی جس جستجو کی طرف ہیولے اور آواز نے بلایا تھا اور میں اس کی جستجو میں مشرق کی اس دور افتادہ بستی کی طرف آیا ہوں، یہاں آ کر پتا چلا کہ وہ میری جستجو کا انت نہیں بلکہ شروع ہے۔ انت میں کیا ہوتا ہے اور کیا ہوگا۔ یہ مجھے جوان رعنا کی معرفت پتا چلا کہ کوئی منزل بھی آخری نہ ہوگی بلکہ ہر منزل ایک نئی منزل کا پتا دے گی۔ سوچ کے سوتے اب ایک نئے رخ پر چل نکلے تھے میں اپنی کتابِ حیات کا ورق ورق الٹ رہا تھا اور زندگی کے اس نئے مفہوم سے آشنا ہونے کی کوشش میں مصروف تھا۔ میری آنکھوں کے آگے وہ تمام لوگ جن کو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا تھا، اس کہانی کی مانند گزر رہے تھے جو کسی کہانی کار کے ذہن میں پلتی ہے اور پھر باہر آنے کے لئے مچلتی ہے۔ لیکن میں سوچتا ہوں جو لوگ صرف میری آنکھوں نے دیکھے وہ کسطرح باہر آئیں گے۔ پھر سمے نے سرگوشی کی کہ لوگ تو بس ایک سے ہوتے ہیں ان کے دکھ سکھ، ان کے خیال، ان کے مسائل، ان کے انگ رنگ سب آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ تم اُن لوگوں کو جن کو تم نے دیکھا اِن لوگوں میں دیکھو جن کی تم جستجو کر رہے ہو۔

میں نے سمے سے کہا کہ تم بھی خوب ہو کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ سمے نے کہا کہ ہاں میں تو یوں ہی ہوں، میں سیماب ہوں جس میں ایک پل بھی قرار نہیں، میں تو اس خیال کی مانند ہوں جو ایک بار چل پڑے تو رکتا نہیں۔ سمے بھی عجب ہے اور اس کی باتیں اس سے بھی عجب۔ ہم سمے سے کبھی بھی باہر نہیں نکل سکتے۔

''ہاں'' سمے نے مجھ سے کہا کہ ''اب تم جس منزل کی طرف چل رہے ہو وہاں میرا انت ہو جائے گا۔ اور تم خود سمے ہو جاؤ گے'' میں اس کی اس بات پر پریشان ہو گیا۔ کہا کہ کیا تمہارا بھی انت ہو جائے گا ہم جو تم سے باہر نکل ہی نہیں سکتے؟''۔ سمے نے کہا کہ ''ہاں! جب تم زندگی کے چشمے پر پہنچو گے اور اس سے سیراب ہو جاؤ گے تو تم خود سمے بن جاؤ گے اور تب سمے تمہارا غلام ہو جائے گا''

میں صبح کا انتظار کرنے لگا۔ رات کی تاریکی آہستہ آہستہ افق پر پھیلے سونے سے سنہرا ہونے لگی۔ اور پھر ایک روشن صبح کا سونا میرے چاروں اور پھیل گیا۔ میں نامعلوم طور پر جوان رعنا کے انتظار کی سولی پر چڑھا ہوا تھا، میرے اور سمے کے درمیان گفتگو بس اس انتظار کو بتانے کے لئے تھی۔

ادھر صبح چڑھی ادھر وہ جوان رعنا آ موجود ہوا۔

میرے اندر سوالوں کے جو سانپ کنڈلی مارے بیٹھے تھے وہ ایک ایک کر کے اپنے پھن اٹھانے لگے۔ مجھے یوں لگا کہ جیسے جوان رعنا نے میرے کرب کو بھانپ لیا ہو اور میرے سب سوال اس کے سینے میں اتر گئے ہوں۔ اس نے کہا کہ مرشد نے سب سوالوں کے جواب دے دیئے ہیں اب تو بس اس کی لکھے روشن حرفوں کی صداقتوں سے اپنے دل کو جلانے کی بات ہے۔ میں نے کہا کہ مرشد ہے کون، کہاں ہے اور میری اس سے کب ملاقات ہوگی؟

جوان رعنا نے کہا کہ تمہاری سب باتوں کا جواب وقت آنے پر مل جائے گا۔ مرشد سے ملاقات بھی ہوگی، لیکن تم تھوڑی سی گفتگو اپنے آپ سے مزید کر لو۔ میرے اندر اٹھنے والے سوالات اب مجھے ڈنک مارنے لگے تھے۔ میں نے کہا کہ میں جو آواز کے کہنے پر یہاں تک آیا ہوں مجھے یہ تو بتا دو کہ مرشد کون ہے؟

''جوان رعنا نے کہا کہ وہی جس کی آمد کے لئے دلہنیں سنگھار کر کے حجلہء عروسی میں بیٹھی تھیں، وہی جس کی خدمت میں لوگ دور دور کے راستوں سے لدے پھندے آئے، وہی جس کی آنکھ حشر خیز تھی وہ جس کی ایک نگہ سے دلوں کے جندے کھلنے لگے تھے''

نگاہوں کی دھند اب چھٹنے لگی تھی۔ میں اب منزل کی طرف چلنے کے لئے اس بچے کی طرح پاؤں پاؤں چل رہا تھا۔ اب مجھے مزا آ رہا تھا۔ اب میں جان چکا تھا کہ اصل کیمیا تو یہیں ملے گی اور پارس پتھر بھی اصل میں یہی ہے۔ اب مجھے ان روشن حرفوں کی صداقتوں کی جستجو ہوئی جو مرشد نے کہی تھیں۔ جوان رعنا نے مجھے ایک صحیفہ دیا چند اوراق تھے اس کے میں نے اس کو عقیدت اور پیار سے تھاما اور پھر اس کے حرفوں کی صداقتوں کو اپنے دل کے آئینے پر کندہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن جب آئینہ زنگ آلود ہوا اور اس پر بے رحمی، خواہش، حرص، بے راہروی کی میل چڑھی ہو تو اس کو صیقل کرنے میں انگلیاں زخمی ہو جایا کرتی ہیں۔ اور اب میری جنگ آئینے سے تھی۔ جو بار بار لو بھی ہو جاتا۔ شب کو طور شب کی معیت میں آنکھوں کے پانی سے اس کو دھوتا تو دن کو ماضی کی طلب جس میں اپنے وجود کی خواہشوں نے مجھے مغلوب کر رکھا تھا اس کو دھندلا کر دیتی۔ میں روشن حرفوں کی کتابیں اٹھا لیتا۔ ایک روز جوان رعنا نے کہا کہ اپنے من سے لڑنا سب سے مشکل امر ہے، اور سب سے افضل جنگ وہ ہے جس میں اپنے وجود کی نفی کی جائے۔

میں نے کہا کہ میں تو اپنے وجود کی نفی کر کے یہاں تک آیا ہوں۔ اگر وجود کی نفی نہ کرتا تو اب تک اس لوبھ اور کرودھ کی دنیا میں اندھوں کی طرح پھر رہا ہوتا۔ جوان رعنا نے کہا کہ تم صرف اپنے اندر پیدا ہونے والی جستجو کے نتیجہ میں یہاں تک آئے ہو۔

پھر ایک روز میرے اندر ایک چنگاری جگمگانے لگی۔ میں نے سمے سے کہا کہ کیا کبھی تمہارے اندر چنگاری جگمگائی ہے؟

سمے دھیرے سے مسکرا دیا۔ وہ چنگاری روز روز سلگنے لگی۔ شب آتی تو میں آنکھ کے پانی سے اس کو بجھانے کی کوشش کرتا۔ لیکن وہ اور روشن ہو جاتی، عجب آگ تھی اس کی، سلگتی تو آنکھوں سے جل کی گنگا بہنے لگتی اور وہ بجھنے کی بجائے اور لو دینے

لگتی اور پھر سینے میں عجب روشنی سی ہو جاتی۔ اب مجھ پر چہرے کھلنے لگے تھے۔ کہانیاں جو چہروں پر لکھی تھیں بولنے لگی تھیں۔ جوان رعنا سے جتنی بات ہوتی وہ میں سمے کے گوش گزار کر دیتا۔ سمے میری باتوں کو سنتا۔ اور کبھی ایک مدھری مسکان اس کے چہرے پر آتی اور کبھی استعجاب کی ایک لہر دوڑ جاتی۔ ایک روز میں نے جوان رعنا سے کہا ہم جو تخلیق کئے گئے تو ہمارے اندر کیا صرف جسم وجان کا ہی سلسلہ ہے کہ اور بھی کچھ ہے؟

جوان رعنا نے کہا کہ ''ایک جسم ہے جو گوشت پوست کا ہے یہ تخلیق ہے، خَلق ہے اور ایک اس کا باطن ہے، باطن کی تہذیب کرنا ہی حقیقت ہے۔ باطن کی تہذیب دراصل روح کی پرورش ہے، جب تخلیق کے باطن کی پرورش ہوتی ہے تو پھر روح کی پیدائش ہوتی ہے۔ ایک روح تو وہ ہے جو ہمارے اندر ماں کے پیٹ میں پیدا ہوتی جب گوشت کا لوتھڑا حرکت میں آتا ہے۔ جب وہ وجود ایک بچہ بن کر اس دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو اس کی ماں اس کی جسمانی ضرورتوں کا خیال رکھتی ہے جب وہ جوان ہو کر شعور کی منازل سے آگاہی اختیار کرتا ہے تو پھر اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں اس کے باطن میں دونوں راستوں کے پہچان ہوتی ہے۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ کونسی راہ پر جاتا ہے۔ ایک راستہ دنیا کے لوبھ اور کرودھ کی طرف جاتا ہے اور دوسرا راستہ سکون اور اطمینان کی جانب جاتا ہے۔ وہ قید نہیں کہ پابند کر دیا گیا ہے، کہ بس اس راستے پر چلنا ہے اور اس پر نہیں چلنا۔ آسمانی نوشتے اور صحیفوں میں اسی طرح لکھا ہے۔ چاہے تو مان کر شکر کے مقام پر کھڑا ہو اور چاہے تو انکار کر کے ناشکری کے مقام کو اپنا لے، اگر وہ شکر کے مقام پر کھڑا ہوتا ہے اور اپنے باطن کی تہذیب کرتا ہے، اس کی تعمیر کرتا ہے تو یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جو باطنی پیدائش کا ہوتا ہے باطنی پیدائش جو شعوری کیفیت کے ساتھ ہوتی ہے وہ وجود کو اس زندہ حقیقت کی طرف لے کر جاتی ہے جو اس کی پیدا ہونے کے بعد اصل منزل ہے اور جب وہ اس منزل پر پہنچتا ہے تو زندہ حقیقت سے اس کا پیوند ہو جاتا ہے اور وہ زندہ حقیقت اس کے وجود ایک ایسا حصہ بن جاتی ہے جیسے اس کے ہاتھ جن سے وہ تھامتا ہے، اس کے پاؤں جن سے وہ چلتا ہے، گو یا وہ خود اس حقیقت کا ایک جز و ہو جاتا ہے''

جوان رعنا کی یہ بات جیسے آسمانی صحیفوں کی باتوں آسمانی لوگوں کی باتوں کا نچوڑ تھا۔ کیا یہ جز اس حقیقت کا اصل ہوتا ہے؟

جوان رعنا نے کہا کہ ہاں میں اسی سوال کی توقع کر رہا تھا۔ ''وہ اس کا جز و ہوتا ہے اسی طرح جس طرح لوہار کے ہاتھ میں تھاما ہوا لوہا جسے وہ آگ میں تپاتا ہے جب تک وہ آگ میں رہتا ہے وہ اس کا جز و بھی ہوتا ہے اس کا اصل بھی ہوتا ہے اور اس میں آگ کی تمام کیفیات ہوتی ہیں وہ جلاتا بھی ہے، وہ سرخ بھی ہوتا ہے اور جب وہ آگ سے باہر آتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ اپنے اصل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ لوہار اس کو بار بار اس آگ میں ڈالتا ہے کہ اس کو اپنی من مرضی کی شکل دے لے، بس یہی بات زندہ حقیقت کے ساتھ ہے جب تک کوئی اس کے ساتھ اپنا پیوند رکھتا ہے تو وہ اس کا کل بھی ہوتا ہے اور جز و بھی ہوتا ہے اور اصل بھی ہوتا ہے اور جب اس سے پیوند ٹوٹ جاتا ہے تو وہ اپنی اصل کو لوٹ جاتا ہے''

میں نے کہا کہ پھر ہم سب جو تخلیق ہیں وہ کس لئے اس زندہ حقیقت تک پہنچ کیوں نہیں جاتے؟۔ جوان رعنا نے کہا کہ ''ہم تخلیق ہیں ہمیں جو شعور عطا ہوا ہے وہ دوسری تخلیق کو عطا نہیں ہوا ہم پر فکر کے دروازے کھولے گئے ہیں اور ہمیں اپنے وجود اور اپنے اردگرد کے کی حقیقتوں پر فکر کرنے کو کہا گیا ہے، یہ اس لئے ہی ہے کہ ہم اپنے وجود میں وہ جستجو پیدا کریں جو زندہ حقیقت کی طرف لے جاتی ہے جب فکر کے سوتے بند ہو جاتے ہیں، زندگی کے چشمے سے پیوند ٹوٹ جاتا ہے، فکر پر انا اور لوبھ کے بند باندھ دیئے جاتے ہیں تو پھر عقیدے بدرنگ ہونا شروع ہو جاتے ہیں، ظاہری وضع میں جبہ پوش ہوتے ہیں اور باطن میں بھیڑیے ہوتے ہیں، زبانیں آسمانی نوشتوں کی باتیں کرتی ہیں اور باطن میں ان کے کرودھ ہوتا ہے تب وہ اپنی انا کے حصار میں بیٹھ کر دوسروں پر تیر برساتے ہیں اور جب بھی کوئی ایسا ہوتا ہے جو کہتا ہے آؤ کہ اس زندہ حقیقت جس کو میں نے پایا ہے تم بھی اس کو پاؤ تو اس پر ہنستے ہیں، اس پر پتھروں کی بارش کر دیتے ہیں''۔

میں جو آسمانی نوشتوں سے تھوڑی سی آشنائی رکھتا تھا جوان رعنا کی اس بات نے صدیوں کے مناظر میرے سامنے لا کھڑے کئے۔ عرب کے صحراء میں جو کچھ ہوا وہ میری نظروں کے سامنے یوں تیزی سے چلنے لگا کہ میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

سمے نے میرے سرگوشی کی ایک سخت سی آواز میں کہ ''چپ کا بیٹھا رہ اور سن دیکھتا نہیں کہ یہ آواز جو تو سن رہا ہے جوان رعنا کی نہیں یہ تو بس بنسی بجا رہا ہے سُر تو کشن کنہیا کے نکل رہے ہیں''

میں چپکا ہو رہا۔ اب جوان رعنا کی زبان سے ایک سیل حروف رواں تھا جس کو سمیٹنا میرے لئے مشکل ہو رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے اردگرد میرے جیسے کئی اور دم بخود اس کی گفتگو کو یوں سن رہے تھے کہ جیسے ایک عاشق صادق اپنی محبوبہ دلنواز کی باتوں کو سنتا ہے۔ میں نے سمے کو دیکھا تو وہ بھی ساکت تھا، باتوں میں ایک تسلسل تھا، ایک موج بلاخیز کی روانی تھی، باطن کی سچائی تھی۔ میں بھی ساکت ہو کر بیٹھ رہا۔ اور بس پھر ایک سیل حروف تھا جسے ہر کوئی اپنے اپنے ظرف کے مطابق سمیٹ رہا تھا۔ مجھے جسے حرفوں کو سمجھنے کا دعویٰ ہے میرے لئے تو وہ ایسا تھا جیسے ساون میں بدریا سے برسنے والی برکھا کی جھن جھن۔ حرف میرے دل پر رقص کرتے ہوئے میرے اندر اترتے جا رہے تھے۔ اور میرا وجود ان کے نرت بھاؤ کو دیکھ کر حیرانی میں گم تھا، مجھے تو یوں لگا جیسے کوئی ملہار گائے اور ہر بار ''برس ری رینا برس'' کے بول پر بدریا اپنے سارے انگ کھول دے اور برس برس جائے، اور بیا کل من کی پیاس بجھتی جائے، جیسے کوئی دیپک راگ گائے اور من کی جوت جل اٹھے۔***

فکر کی بات اور بڑے گھر

عاصی صحرائی

قدرت کا قانون ہے، ہر وہ ملک جس کے بادشاہ، حکمران، وزیر، افسر اور تاجر بڑے گھروں اور بڑے دفتروں میں رہتے ہیں وہ ملک، وہ معاشرہ زوال پذیر ہو جاتا ہے!!

افسوس، اس وقت پورا عالم اسلام، بڑے گھروں کے خبط میں مبتلا ہے! اس وقت دنیا کا سب سے بڑا محل برونائی کے سلطان کے پاس ہے! عرب میں سینکڑوں ہزاروں محلات ہیں اور ان محلات میں سونے اور چاندی کی دیواریں ہیں. اسلامی دنیا اس وقت قیمتی اور مہنگی گاڑیوں کی سب سے بڑی مارکیٹ ہے!! پاکستان میں ایوان صدر، وزیر اعظم ہاؤس، گورنر ہاؤسز، کور کمانڈر ہاؤسز، آئی جی، ڈی آئی جی، ڈی سی ہاؤسز اور سرکاری گیسٹ ہاؤسز کو دیکھو، یہ سب بڑے گھر ہیں! پاکستان کے وزیر اعظم ہاؤس کا رقبہ قائد اعظم یونیورسٹی کے مجموعی رقبے سے چار گنا ہے! لاہور کا گورنر ہاؤس پنجاب یونیورسٹی سے بڑا ہے! ایوان صدر کا سالانہ خرچ پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں کے مجموعی بجٹ سے زیادہ ہے! ان حکمرانوں کے دفتر اور انکی شان وشوکت دیکھو، انکے اخراجات اور عملہ دیکھو، کیا یہ سب فرعونیت نہیں؟ کیا اس سارے تام جھام کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہم سے راضی رہے گا؟؟ اسکے برعکس دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کا لائف سٹائل دیکھو: بل گیٹس دنیا کا امیر ترین شخص ہے، دنیا میں صرف 18 ممالک ایسے ہیں جو دولت میں بل گیٹس سے امیر ہیں، باقی 192 ممالک اس سے کہیں غریب ہیں، لیکن یہ شخص اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرتا ہے، وہ اپنے برتن خود دھوتا ہے. وہ سال میں ایک دو مرتبہ ٹائی لگاتا ہے اور اسکا دفتر مائیکروسافٹ کے کلرکوں سے بڑا نہیں!

وارن بفٹ دنیا کا دوسرا امیر ترین شخص ہے. اسکے پاس 50 برس پرانا اور چھوٹا گھر ہے، اسکے پاس 1980ء کی گاڑی ہے! برطانیہ کے وزیر اعظم کے پاس دو بیڈروم کا گھر ہے! جرمنی کی چانسلر کو سرکاری طور پر ایک بیڈروم اور ایک چھوٹا سا ڈرائنگ روم ملا ہے! اسرائیل کا وزیر اعظم دنیا کے سب سے چھوٹے گھر میں رہ رہا ہے اور کبھی کبھار اسکی بجلی تک کٹ جاتی ہے! بل کلنٹن کو لیونسکی کیس کے دوران کورٹ فیس ادا کرنے کے لئے دوستوں سے اُدھار لینا پڑا تھا! وائیٹ ہاؤس کے صرف دو کمرے صدر کے استعمال میں ہیں، اوول آفس میں صرف چند کرسیوں کی گنجائش ہے! جاپان کے وزیر اعظم کو شام چار بجے کے بعد سرکاری گاڑی کی سہولت حاصل نہیں! چنانچہ دیکھ لو چھوٹے گھروں والے یہ لوگ ہم جیسے بڑے گھروں والے لوگوں پر حکمرانی کر رہے ہیں!! یہ ممالک آگے بڑھ رہے ہیں اور ہم دن رات پیچھے جا رہے ہیں!!! ایسا کب تک چلے گا؟ ہمیں بنکوں کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا ہے جو رقم نکالتے وقت ایک ہی دن میں کئی بار ہمارے اکاؤنٹ سے 6.0 فیصد کے حساب سے بھتہ لے رہے ہیں یعنی: ایک لاکھ پہ 600 روپے 5 لاکھ پہ 3000 روپے 10 لاکھ پہ 6000 روپے ایک کروڑ پہ 60000 • دس کروڑ پہ 6 لاکھ!! کیوں؟ حکومت کو یہ اختیار کس نے دیا؟ یہ رقم کہاں جاتی ہے؟ ہمیں ان سے حساب لینا ہوگا!

یہ پارلیمنٹ میں بسیرا کرنے والے سو فیصد سیاستدان ہمیں لوٹ رہے ہیں۔ یہ عوام کا خون چوسنے والے ہمیں divert کر رہے ہیں! لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ ہم حقیقی معنوں میں ان سے آزادی حاصل کریں. ہمارے لئے سب سے اہم آزادی عزت نفس کی آزادی ہے نہ کہ موٹروے، میٹرو، سی پیک وغیرہ! جب تک ہماری عدالتیں انصاف فراہم کرنے میں دس دس سال لگاتی رہیں گی تب تک یہ نظام راہ راست پہ آنے والا نہیں!! یہ آپکی ذمہ داری ہے کہ اس میسج کو سب کیساتھ شیئر کریں اور انکو جگائیں جو سو رہے ہیں! جمہوریت کے نام پہ یہ نام نہاد، عوام کے ٹکڑوں پہ پلنے والے، یہ بیکار لیڈر آخر کب تک ہمیں بیوقوف بناتے اور لوٹتے رہیں گے؟؟ سینٹ کے الیکشن میں ہارس ٹریڈنگ ہو رہی ہے۔ اشتہاری ملزم اور منی لانڈرر سینٹ کے ممبر بنائے جا رہے ہیں، عوام کی بہبود کیلئے ملنے والا پیسہ انکی جیب سے ہوتا ہوا باہر کے ممالک میں منتقل ہوگا۔ مہنگائی بڑھے گی اور عوام غریب سے غریب تر ہوتی جائے گی۔ جاگ پاکستانی جاگ۔

ایک کثیر الاشاعت کہانی کار۔ بانو ارشد

اسحاق ساجد

بانو ارشد عہدِ حاضر کی قابلِ ذکر افسانہ نگار اور کہانی نگار میں شامل کئے جانے کے لائق ہیں۔ آپ پوری زبان و بیان پر قدرت رکھنے کے ساتھ ساتھ اُس پر گرفت بھی رکھتی ہیں۔ بانو ارشد کو الفاظ کے فنکارانہ استعمال اور برمحل انتخاب کا سلیقہ ہے۔ بانو کی کہانیوں میں فنی ریاض و فنکارانہ چابکدستی کا انوکھا اور حسین امتزاج ملتا ہے۔ آپ کے قلم میں جدیدحیتک کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ آپ عہدِ حاضر کی معتبر افسانہ نویس اور کہانی نویس ہیں۔ آپ صرف برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ پاکستان۔ بھارت میں بھی یکساں طور پر مقبول ہیں۔ وہاں کے رسائل و اخبارات بھی بانو ارشد کی تخلیقات نمایاں طور پر شائع کرتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ بانو ارشد برطانیہ ہی کی نہیں بلکہ پورے برِصغیر کی سب سے زیادہ پڑھی والی مصنفہ ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آپ کی شخصیت بھی جاذبِ نظر ہے وہ خوش لباس وخوش شکل ہیں آپ کی شخصیت نئے ملنے والے کے ذہن پر ایک نقش چھوڑ جاتی ہے۔ محفل میں کم بولتی ہیں لیکن یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ بانو ارشد کم سخن ہیں بلکہ جب محوِ گفتگو ہوتی ہیں تو سامعین آپ کے الفاظ و معانی کی شرینی و لطافت میں کھو جاتے ہیں۔ بانو ارشد اپنے فن میں انتہائی سنجیدہ ہیں۔ جس طرح ریاض کے بغیر موسیقار ادھورا ہے اسی طرح آپ کے بغیر فنِ کہانی نامکمل ہے۔ ہر فنکار کی پہچان اس کے کام سے ہونی چاہیے اور بانو ارشد کی شناخت بھی ان کے فن سے کرنی چاہیے۔ آپ کی تمام کتابیں بین الاقوامی سطح پر ستائش و پزیرائی پا چکی ہیں۔ بانو ارشد کی زندگی عمل سے عبارت ہے ان کے پاس اکتسابی علم کی بہتات ہے انہوں نے شب وروز کے مطالعہ سے اپنے مشاہدات وتجربات کو صفحۂ قرطاس پر ایک جہاں معانی عطا کیا ہے۔ بانو ارشد نے مسلسل محنت و ریاضت سے اپنی ایک الگ پہچان بنائی ہے۔ انہوں نے اپنے فن کو ایک فریضہ کا درجہ دیا ہے۔ آپ کا دل دنیا بھر کے محکوم ومظلوم قوموں سے ہمدردی سے لبریز ہے جو کہ ان کی کہانیوں میں محسوس ہوتا ہے۔ تاہم جن دلوں میں مایوسی گھر کر چکی ہے ان میں نئی آرزؤوں کو جنم دینا بھی بہت بڑا کام ہے۔ بانو ارشد اپنی کہانیوں میں نئی آرزو کی امید ہیں۔ بانو ارشد کی کہانیوں میں محبت کے موضوع پر کچھ انوکھے لیکن حیرت ناک طور پر سادہ جذبات کا اظہار بھی مایوس کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی کہانیوں میں کہیں بھی کسی خیالی محبوب کا تصور نہیں۔ یوں لگتا ہے بانو ارشد کے لئے محبت ہی زندگی ہے۔ وطن سماج دنیا کے بارے میں نظریات یہ سب آپ کی کہانیوں میں با آسانی محسوس ہوتے ہیں۔ آپ کی کہانیاں اپنی نسل میں شکست خواب کے فزوں تر احساس کی ترجمانی ہیں۔ اگر چہ آپ بھی ترقی پسند ہونے کا دعویٰ نہیں کرتیں لیکن ان کی کہانیوں میں وطن کی عزت و ناموس سے کھیلنے والوں کے خلاف صدائے احتجاج کا درجہ رکھتی ہیں۔ بانو ارشد ایک شاعرہ بھی ہیں اور ادیبہ بھی اگر کوئی پوچھے کہ وہ شاعرہ بڑی ہیں یا کہانی افسانہ نویس تو جواب آسان نہ ہوگا۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ ہم یہ سوال پوچھیں کیوں نہ ہم جان لیں جو زمانہ جانتا ہے اور مانتا ہے یعنی بانو ارشد کی نظیر دوسری نہیں۔

غزل انصاری کے سنہرے خواب

اسحاق ساجدؔ

محترمہ غزل انصاری کی ادبی شناخت کے لئے جن ادباء و شعرا نے نمایاں کردار ادا کیا ان کی فہرست طویل ہے۔ تاہم یہاں میں نے ان کی شاعری پر اپنا تاثر بیان کرنے کے لئے قلم اُٹھایا ہے۔ اگر چہ غزل انصاری اپنی شاعری کے حوالے سے محتاجِ تعارف نہیں ان کی غزلیں نظمیں ملک بیرونِ ملک موقر جرائد میں تسلسل کے ساتھ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ غزل انصاری کے فکر انگیز کلام کا مجموعہ ''سنہرے خواب'' مرے سامنے ہے۔

اس میں شامل کئی اشعار ہماری ادبی تاریخ میں سدا بہار رہیں گے۔ آپ کی غزلیں نظمیں غنائیہ بھی ہیں اور فکری بھی۔ غزل انصاریؔ کی شاعری اس ضمن میں سچی کھری ہے کہ آپ نے کسی تقلید کا اپنے آپ کو پابند نہیں کیا۔ میرے زیر مطالعہ چونکہ نظم ونثر کا طویل سلسلہ رہتا ہے اس لئے یہ بات وثوق اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ غزل انصاری اپنی منفرد طرزِ اظہار ایجاد کرنے میں کامیاب رہی ہیں۔ اگر چہ غزل انصاری نے حمد، نعت، غزل اور نظم لکھی ہیں لیکن ان کی طبیعت کا اصل رجحان غزل کی طرف ہے۔ غزل انصاری کی شاعری ان کے دلی جذبات واحساسات کی آئینہ دار ہے مرے نزدیک اچھی اور سچی شاعری کی بنیاد صالح روایات واقدار پر ہے اور غزل انصاری نے پوری طرح اسے ملحوظِ خاطر رکھا ہے غزل انصاری کا کلام نہایت صاف ستھرا ہے اور اپنی بات بڑی سادگی سے کہہ جانے کا ہنر جانتی ہیں۔ مجھے غزل انصاری کی شاعری میں جلد زائل ہونے والی تیز وتند کیفیت دور دور تک نظر نہیں آتی۔ ان کے لہجے کا ٹھہراؤ سامع کو گرویدہ کر لیتا ہے ان کے اشعار باطن سے خارج کا سفر کرتے ہوئے محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ غزل انصاری کی بیشتر غزلیں کسی بھی قسم کی آلودگی سے پاک نظر آتی ہیں اور اسی لئے وہ دلکش ودل پذیر کہے جانے کی مستحق ہیں۔ غزل انصاری کی ایک مختصر نظم 'یادیں' پیش ہے۔

یادیں تو سرمایہ ہیں۔ یادیں جیون مایہ ہیں
تپتی دھوپ میں چلنے والو۔ یادیں ٹھنڈی چھایا ہیں

****

مائی لارڈ! کیا انسان سانس لے سکتے ہیں؟

ارمغان احمد داؤد

اسلام آباد ہائی کورٹ کے جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب ختم نبوت کی شقوں میں تبدیلی سے متعلق مولانا اللہ وسایا کی درخواست کی سماعت کر رہے ہیں اور اس دوران کورٹ روم میں جیسی باتیں چل رہی ہیں وہ نہ صرف خطرناک حد تک تشویشناک ہیں بلکہ معاشرے کو 'قتال فی سبیل اللہ' کی راہ میں جوتنے کی ایک دانستہ کوشش لگتی ہے۔ جسٹس صاحب کو ان دس ہزار لوگوں کے بارے میں مزید تفاصیل درکار ہیں جنہوں نے نادرا کے مطابق مسلمان سے احمدی مذہب اختیار کیا۔ سماعت کے دوران انہوں نے یہ بھی کہا کہ کوئی شخص عدالتی حکم کے بغیر اپنا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ احمدی سرکاری ملازمت حاصل کرنے کیلئے جھوٹ بول کر اپنا مذہب اسلام ظاہر کرتے ہیں اور پھر ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے اصل مذہب میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ جسٹس صاحب نے عدالت کے معاون پروفیسر حسن مدنی سے استفسار کیا کہ ایک شخص صرف پنجاب اسمبلی کی سیٹ کیلئے اپنا مذہب تبدیل کر دے تو اسلام اس پر کیا کہتا ہے، اس پر پروفیسر حسن مدنی نے جواب دیا کہ اسلام مذہب تبدیل کرنے والے کی سزا وہی ہے جو مرتد کی ہے۔ جسٹس صاحب، شائد آپ کا نادرا کے آفس میں شناختی کارڈ بنوانے کیلئے جانا نہیں ہوا اور اگر ہوا بھی ہے تو انتہائی وی وی آئی پی ماحول میں ہوا ہے اس لئے مجھے تھوڑی سی تفصیل بتانے دیں۔ نادرا میں جو لوگ بیٹھے کام کر رہے ہیں وہ کام میں تیزی دکھاتے ہوئے سب کا مذہب اسلام ہی لکھتے جاتے ہیں۔ ہر کوئی معاملے کی حساسیت کا ادراک نہیں رکھتا اور کچھ لوگ ویسے بھی سادے ہوتے ہیں اور انہیں زیادہ تفاصیل کا علم نہیں ہوتا، ایسے ہی کسی احمدی کا مذہب اگر اسلام لکھا گیا ہے اور وہ بعد میں جا کر احمدی کروا دیتا ہے تو اس میں مسئلہ کیا ہے؟ نادرا کی تو یہ حالت ہے کہ میرا اپنا شناختی کارڈ شروع سے ہی احمدی پر بنا ہوا ہے۔ جب میرا کارڈ کہیں کھو گیا اور متبادل کارڈ بنوانے گیا تو ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ میرے پرانے ڈیٹا پر ہی میرا کارڈ بنا دیا جاتا سوائے یہ کہ میں کوئی ایڈریس وغیرہ بدلوانا چاہتا، مگر ہوا یہ کہ جب ڈیٹا چیک کیا تو مذہب پر اسلام لکھا تھا، میں نے نادرا کے بندے سے کہا کہ میرا تو احمدی پر بنا ہوا ہے تو اس نے بدلتے ہوئے کہا کہ سسٹم متبادل کارڈ بنوانے پر یہ ڈیٹا نہیں اُٹھاتا۔ اب اگر میری نظر نہ پڑتی اور میں اس غلط فہمی پر رہتا کہ سسٹم میرا پرانا ڈیٹا ہی اُٹھائے گا تو میرے شناختی کارڈ میں بھی مذہب مسلمان (سرکاری) لکھا جانا تھا اور جب بھی بعد میں تبدیل کروانے جاتا تو میرا نام بھی ان دس ہزار کی لسٹ میں آپ کی خدمت میں پیش ہو چکا ہوتا۔ جسٹس صاحب، آپ کی اطلاع کیلئے یہ بھی عرض کر دوں کہ نادرا کے لوگ اسلام سے احمدی مذہب تبدیل کرتے وقت جو ناروا روّیہ احمدیوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں وہ اسی گھٹن شدہ معاشرے کا عکاس ہے جہاں پر اپنے سوا سب کو جہنم کا ایندھن سمجھا جاتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان کا سلوک ناروا ہوتا ہے بلکہ اپنے تئیں وہ ہم سے پہلے سے احمدی ہونے کا ثبوت بھی مانگتے ہیں اور اکثر اوقات مرتد کی سزا کے بارے میں بھی لیکچر دیا جاتا ہے۔ جسٹس صاحب، مرتد کے بارے میں تو آپ شائد قرآن کی تعلیمات کے خلاف کوئی قانون سازی کر ہی دیں مگر اپنے معاون سے پوچھیئے گا کہ پھر باقی احمدیوں کے بارے میں کیا کرنا ہے؟ ان کے کے بارے میں معاون صاحب کے علماء کیا کہتے ہیں؟ شائد آپ کو یاد ہو کہ اسلامی نظریاتی کونسل میں بھی شیرانی صاحب احمدیوں کے مسئلے پر مرتد والی بحث شروع کرنا چاہ رہے تھے مگر اشرفی صاحب اس کی مخالفت کر رہے تھے۔ اگر آپ نے علماء کے فتووں پر ہی اپنے فیصلوں کا انحصار کرنا ہے تو بطور احمدی میں آپ کی مدد کئے دیتا ہوں۔ شائد آپ کو معلوم نہ ہو، اور اگر نہ ہو تو اپنے معاون خصوصی سے پوچھ لیجئے گا کہ پیدائشی احمدی جو کہ 'مرتد' کے تحت قتل نہیں ہو سکتا کیا اسے زندہ رہنے کا حق حاصل ہے؟ وہ آپ کو پھر 'زندیق' کی بھول بھلیوں میں اُلجھا کر پیدائشی احمدیوں کے قتل کی بھی نوید سنا دیں گے۔ اب جبکہ آپ نے احمدیوں کے بارے میں قانون کو مکمل کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہی ہے تو پھر اب پیچھے نہ ہٹیئے گا، ڈٹ کر اپنا اور اپنے جیسے پرامن دین کے پیروکاروں کا نام روشن کیجئے گا۔ جسٹس صاحب، آپ کے چوٹی کے علماء (آپ کے معاون جن کی جوتیوں میں بیٹھنا باعث سعادت سمجھتے ہیں) نے احمدیوں کے قتل کا فتاویٰ دیئے ہیں جو آج بھی نہ صرف چھپے ہوئے موجود ہیں بلکہ احمدیوں کے خلاف بنائی گئی ویب سائیٹس پر بھی بڑے طمطراق سے موجود ہیں۔ یہ فتاویٰ ان خطرناک حالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ان فتاویٰ کو حکومتی سطح پر قبول کرنے سے ہو سکتے ہیں، جس کی سعی آپ اب کر رہے ہیں۔ اب ذرا ان فتاویٰ پر نظر ڈالتے ہیں جن کی رُو سے ہر احمدی واجب القتل قرار پاتا ہے۔ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر کا نام مذہبی حلقوں میں کافی مشہور ہے۔ انکے ایک پمفلٹ کا نام ہی یہ ہے کہ 'آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت اور اسکو نبی ماننے والا واجب القتل ہے'۔ اس کے شروع میں لکھتے ہیں:

''نصوص قطعیہ، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع اُمت سے مسئلہ ختم نبوت کا اتنا اور ایسا قطعی ثبوت ہے کہ اس میں تامل کرنے والا بھی کافر ہے بلکہ صحیح اور صریح احادیث کی رُو سے مدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہیں مگر یہ قتل صرف اسلامی حکومت کا کام ہے نہ کہ رعایا اور افراد کا۔''

(بشکریہ ماہنامہ پرواز)

آج کے عُلماء بدترین مخلوق

فہیم احمد ندیم

رئیس المُنافقین عبدُ اللہ بِن اُبئ بِن سلُول تو شائد کُچھ نہ کُچھ اس بات کا حقدار تھا کہ اُسے اُس کے اپنے نام عبداللہ سے پُکارا جاتا۔ اور اُس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ...کی زندگی میں اور اُس کے بعد بھی اسی نام سے پُکارا جاتا رہا۔ مگر ہمارے خیال میں آج کے علماء اپنی منافقت میں اس قدر آگے نکل چُکے ہیں کہ اگر اُن کو براہِ راست سلول کی نسل سے منسوب کیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کے عبداللہ بن اُبئ بن سلول کی منافقت کا تو ایک سبب تھا جو کہ تاریخی شواہد کے ساتھ ثابت ہے۔ اور وہ یہ کہ اُس کے اندر جو بغض وعناد اور منافقت پائی جاتی تھی وہ اُس کی سرداری کے چھن جانے کی وجہ سے تھی۔

تاریخ سے ثابت ہے کے جس وقت حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم..مکہ میں تھے تو آپؐ پر ایمان لانے والے صحابہؓ اور آپؐ بذاتِ خود کفارِ مکہ کے مظالم کا نشانہ بنے ہوئے تھے اُس وقت مکہ کی سرداری تو دور کی بات آپ کو کوئی مکہ کا شہری مانتے ہوئے آپ کے بنیادی حقوق بھی دینے کو تیار نہ تھا۔ دوسری طرف یثرب جو کہ بعد میں مدینۃ النبیؐ کے نام سے پُکارا گیا اور آج ہم اُس مقدس شہر کو مدینہ منورہ کے نام سے جانتے ہیں کہ مختلف قبائل جن میں اوس اور خزرج بھی شامل تھے سب نے مل کر معززینِ شہر میں سے ایک معزز شہری کو اپنا سردار بنانے کا فیصلہ کیا اور عبداللہ بن اُبئ کو یثرب کے سردار کے طور پر منتخب کیا گیا اور تمام قبائل کی رائے اور رضا مندی سے عبداللہ بن اُبئ کے لیئے تاج بھی تیار کرلیا گیا۔ مگر خدا تعالیٰ کو تو کچھ اور ہی منظور تھا اللہ رَب العزت یثرب کو دو جہانوں کے سردار کے لیئے تختِ شاہی بنانے کا فیصلہ فرما چُکا تھا لہٰذا جب حضرت رُسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم...مکہ سے ہجرت فرما کر یثرب تشریف لائے تو یثرب کے تمام قبائل نے متفقہ طور پر دو جہانوں کے سردار شہنشاہِ دنیا و آخرت محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم...کو اپنا سردار تسلیم کرلیا اور عبداللہ بن اُبئ کی یثرب کا سردار بننے کی حسرت اُسکے دِل میں ہی دم توڑ گئی جس کی وجہ سے وہ تمام عمر حسد اور منافقت کی آگ میں جلتا رہا اور اپنی اس جلن کی وجہ سے گاہے بگاہے مسلمانوں اور خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم...کے لیے بھی تکلیف کا باعث بنتا رہا۔ مگر آج کے علماءِ جن کے عادات و خصائل کے بارے میں حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم...تفصلاً ارشاد فرما چُکے ہیں ہم اِس وقت اُس بحث میں اُلجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اِن نام نہاد علماء کو کِسی شہر یا مُلک کی سرداری کے لیئے منتخب کرنا تو درکِنار کوئی شریف آدمی اپنے بچوں کو قرآنِ کریم پڑھنے کے لیئے بھی اِن کے حوالے کرنے سے ڈرتا ہے۔ اِن علماء کی تمام تر منافقت، ہنگامہ، شور شرابہ اور ایک دوسرے کے ساتھ بغض وعناد صرف اِس لئے ہے کے کسی طرح اِن کو کسی شہر یا مُلک کی سرداری مِل جائے چاہے اُس کے حصول کے لئے جھوٹ اور بد اِخلاقی کی کسی بھی حد سے آگے گزرنا پڑے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم...نے منافق کی جو نشانیاں ارشاد فرمائی ہیں وہ تمام اپنی مکمل آب وتاب کے ساتھ اِن تمام علماء میں بدرجہ اَتم موجود ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبئ بن سلول کی منافقت کو آج کے اِن علماء کی منافقت سے کوئی بھی نسبت ہے؟ عبداللہ بن اُبئ کی تمام تر منافقت کے باوجود حضرت رسولِ اکرم نے اُسے انسان تصور فرمایا اور نا صرف اُس کی وفات پر افسوس کا اظہار فرمایا بلکہ اُس کی تدفین کی خاطر اپنی قمیض مبارک عطا فرمائی اور آج کے اِن علماء کے لئے آپ نے اِنسان کی بجائے بندر اور سور کے القاب استعمال فرمائے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ ہم کیا کریں؟؟؟

ادب کی دنیا

نوجوان کے مسلسل گھورنے سے قباحت سی محسوس ہوئی تو ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھی ہوئی بزرگ عورت سے مخاطب ہوکر بولی؛ ''یہ بے حیا مرد مجھے پچھلے آدھے گھنٹے سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مسلسل گھورے جارہا ہے۔'' بوڑھی اماں نے ایک لمبی سانس لی اور بڑے اطمینان سے بولی؛ ''بیٹا یہ وہی دیکھ رہا ہے جو دکھانے کے لئے تُم نے اتنا چُست لباس پہن رکھا ہے۔'' موصوفہ ایک بار پھر تلملا اُٹھی اور گرج دار آواز میں کہنے لگی۔ واہ واہ

ہو راستہ غلط تو پلٹ جانا چاہئے...ہو بات حق تو ڈٹ جانا چاہئے۔
طوفان بھی ہو مقابل تو قائم رہیں مگر...ہو سامنا بیوی کا تو ہٹ جانا چاہئے۔

اُف خدایا اسلامی جمہوریہ پاکستان کو پاکستانیوں سے بچا

رُخسانہ رخشی لندن

ہمارے پاسپورٹ پر اور دوسرے دفتری کاغذات جیسے مردم شماری کے جیسے شناختی کارڈ کے فارم ہوں یا اسی طرح کے کئی اور لوازمات جو ایک پاکستانی کی پاکستانیت کی پہچان کرائے اس پر یہ معنی واضح طور پر جھانک رہے ہوتے ہیں کہ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کس قدر سنہری حروف میں اسلامی جمہوریہ لکھا ہوتا ہے۔(اُف خدایا پاکستان کو پاکستانیوں سے ہی بچا) کوئی بھی ذی رُوح باہوش انسان اس نعرے کا یقین کرے گا کہ نعرۂ تکبیر کے بعد دوسرا نعرہ وہ ہوتا ہے جو ملک کی پہچان کروائے جو اپنے ملک کے لئے مذہب اور قومیت کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے۔ ہمارا یہ نعرہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اتنا پاک نعرہ کہ جس کی شرط یہ ہے کہ اس پاکستانی پاکیزہ اسلامی جمہوریہ نام والے پاسپورٹ پہ کوئی ناپاک ملک جیسے اسرائیل اور روس، اس کے لئے یہ دستیاب ہی نہیں اس کے لئے علیحدہ سے کچھ شرائط ہیں۔ آج بتا دیجئے کہ اس پر چار کا کوئی شائبہ بھی اس ملک میں ملتا ہے نہ اسلام ہے اور نہ ہی جمہوریت ہے آج جو کچھ ہے پاکستان میں وہ صرف کسی بھی سیاسی جماعت اقتدار میں آنا ہے اور حاکم وقت ہے جو اُڑا اُڑا پھرتا ہے اور عوام کے ہاتھ ہی نہیں آتا ہے۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں کہ کوئی جمہوریہ پاکستان کے عوام کے لئے بہتر لائحہ عمل ہی تیار کر سکے یا اس کے مشیروں سے مشورہ کر سکے اور اس کے مشیر تو اس سے بھی بڑھ کے ہوا میں اُڑتے ہیں کہ پھر شائد یہ وقت نہ آسکے کہ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لئے جائیں یا پھر ایک ہی حمام میں سب نہا لیں جب بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا ہی ٹھہرا تو آپس میں بندر بانٹ کے بجائے اپنے اپوزیشن کے ساتھیوں کو بھی شامل کر کے مل بیٹھ کے کھاؤ۔ ویسے آج کل کی حکومتیں بڑی ہی ہوشیار ہیں وہ اپوزیشن کو بھی اپوزیشن میں دیکھنا چاہتی ہیں دونوں کے اختلاف برائے نام ہیں مقاصد جو ایک ہیں کہ اس غریب ملک کو غریبوں کے قابل رہنے ہی نہیں دینا۔ ذرا بتایئے کہاں کا ''اسلامی جمہوریہ'' ہے۔ نام کی جمہوریت نے ایسے مسائل پیدا کئے کہ عوام خاص کو اسلام ہی بھولتا جا رہا ہے۔ ایسے ایسے مایوس کن کردار لیڈران ہیں یہاں کہ جنہیں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ یہ وہ لیڈرانِ خاص ہیں کہ جن کے اعلیٰ کرداروں سے جمہوریت سکڑ کر رہ گئی اور انھیں کے اعلیٰ کرداروں سے جمہوریت بدکردار ہو گئی اور اسلام بس نام کا رہ گیا۔

کئی سال پہلے تھوڑا بہت یہ ملک اسلامی جمہوریہ دکھتا تھا۔ میرے والد محترم بتایا کرتے تھے کہ جب یہاں ملک امیر محمد خان (نواب آف کالاباغ) جیسے سیاست دان تھے کہ جس نے وڈیرہ شاہی ہوتے ہوئے بھی خود کو ایک واقعی عظیم وڈیرہ ثابت کیا۔ آج بھی اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بہت سے وڈیرہ شاہی (Feudal Lord) ہیں لیکن کسی کا کردار بھی نواب امیر خان جیسا نہیں جو نواب آف کالاباغ کے نام سے مشہور ہیں کہ جس نے آکسفورڈ گریجویٹ ہونے کے باوجود خود کو قدامت پرست ہی رکھا۔ ایوب خان دورِ حکومت میں ملکہ الزبتھ نے پاکستان کا دورہ کیا تو دورانِ استقبال انھوں نے ملکہ سے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے نہ بڑھایا کہ وہ خواتین سے ہاتھ ملانا معیوب سمجھتے تھے۔ آج کے چھوٹے بڑے لیڈران، وڈیرہ ہوں یا عام ہر کسی کا جی چاہتا ہے کہ بڑھ چڑھ کر کونڈا لیزا رائس سے ہاتھ ملائیں اور کونڈا لیزا رائس سے ملنے کو اور مصافحہ کرنے کو اپنے لئے وہ بہت بڑا اعزاز اور فخر سمجھتے ہیں کہ جیسے امریکن لیڈی کونڈا کو ہم نے فتح کر لیا گویا ہم امریکہ کے قریب ہو گئے۔ اس دوران وہ اپنی ان تمام حسین گرل فرینڈز کو بھول جاتے ہیں۔ جو اقتدار میں آتے ہی انھوں نے دھڑا دھڑ اپنے لئے منتخب کی تھیں۔ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خاص لوگ ہیں انھیں اتنی رعایت تو ملنی چاہئے کہ جمہوریت کی خالی ڈگڈگی کیوں بجائیں۔ کیوں نہ اسی دورِ جمہوری میں عیاش ہو جائیں۔ دراصل آج ہمیں واقعی نواب آف کالا باغ جیسے لیڈر کی ضرورت ہے کہ جو مارشل لاء کا بے شک حامی رہا لیکن 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران اور بعد اس نے ملکی حالات کو قابو میں رکھا، قیمتوں میں بے حد کمی تھی درآمد و برآمد کا سلسلہ بھی بہترین تھا سمگلنگ کی روک تھام بھی تھی، کرپشن بہت ہی کم تھی۔ غرض ملک کے حالات اس دور میں بہترین رہے۔ مارشل لاء کے باوجود وہاں اسلام اور جمہوریت نظر آتی تھی۔ نواب آف کالاباغ اپنی مونچھوں کو ایسے تاؤ دیتے تھے کہ اس کے رُعب سے بڑے بڑے بگڑے معاملات حل ہو جاتے تھے۔ ان کی مونچھوں کے تاؤ سے ہیں (Law and order) کنٹرول میں آجاتا تھا۔ ذرا سوچیئے کہ وڈیرہ شاہی (Feudal

(Lord) کوالٹی جس شخص میں پائی جاتی ہو وہ ذاتی مفاد کے بجائے ملکی مفاد کا سوچے ان کے مزاج میں سختی تھی لیکن وہ سختی ملک کے مزاج اور حالات کے حق میں تھی۔ آج بھی ہمارے ملک میں وڈیروں کی کمی نہیں کوئی دس وڈیرے مل کے بھی ایک وڈیرے امیر محمد خان کا مقابلہ نہیں کرسکتے آج کے وڈیرے اور سیاستدان بھی مونچھیں رکھتے ہیں۔لیکن مونچھوں میں وہ تاؤ نہیں۔ جو ملک کو اسلامی جمہوریہ پاکستان بنانے میں معاون ہو۔آج کے وڈیروں کی مونچھیں تاؤ ضرور کھاتی ہیں لیکن کئی کئی انسانوں کو کھانے کے لئے۔، جبر وزیادتی کے لئے،کاروکاری اور غیرت کے نام پر بے گناہ خواتین کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے لئے اور جائیداد کے تنازعات کے لئے،یعنی کہ ابھی ہم اس قدر پیچھے ہیں، کہ دنیا ترقی کے بعد تنزلی کا شکار ہونے جارہی ہے۔اور ہمارے بہت سے وڈیرے اپنے ہی قبیلے کے رواجوں میں بند ہیں۔وہ کب خول سے باہر آئیں گے کہ پاکستان کی زینت، زیور اور لباسِ فاخرہ اسلامی جمہوریہ ہے یہ پاکستان کو کب پہنائیں گے۔ (بشکریہ ماہنامہ پرواز)

علمائے سُو کی پیدائش

جستہ جستہ
عاصی صحرائی

مولوی صاحب کے پیٹ میں رسولی بن گئی۔آپریشن کروانے گئے۔ڈاکٹر صاحب کے پاس کوئی لاوارث نومولود تھا۔جب مولوی صاحب ہوش میں آئے تو بستر پر بچہ دیکھا۔ڈاکٹر صاحب نے مبارک باد دی کہ اللہ نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔مولوی صاحب حیران رہ گئے۔کچھ چوں چاں کرنے کی کوشش کی۔ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ درست فرماتے ہیں یہ ممکن نہیں۔یہ ایک معجزہ ہے جو میڈیکل سائنس میں بھی ہزاروں سالوں میں کبھی کبھی ہوتا ہے۔پھر ڈاکٹر صاحب نے کچھ روایات کی بنیاد پر ثابت کیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔اور ایسے معجزے صرف ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔جو اپنی نیکیاں کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔بلکہ بعض دفعہ خود ان کو بھی اپنے درجات کا علم نہیں ہوتا۔مولوی صاحب سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔

خاموش ہوکر بچہ گھر لے آئے۔بچہ جب 16 سال کا ہوگیا تو ایک دن اسے تنہائی میں بلاکر فرمایا کہ بیٹا تمھیں ایک ضروری بات بتانی ہے۔دل پر ایک بوجھ سا ہے سوچا اُتار دوں۔میں تمہارا باپ نہیں۔بچہ حیران رہ گیا۔مزید بولے کہ اصل میں،میں تمھاری ماں ہوں۔اب تو بچہ ہکا بکا رہ گیا۔ذرا سنبھلا تو پوچھا کہ پھر میرا باپ کون ہے؟ مولوی صاحب گویا ہوئے۔حقیقت تو اللہ ہی جانتا ہے لیکن غالب امکان یہی ہے کہ بڑے حافظ صاحب ہونگے۔ ***

علمائے اسلام کے لیے ایک چیلنج

نعیم احمد بلوچ

برسلیز سے ایک غیر مسلم نے مسلم علماء سے کچھ سوالات کئے ہیں۔اور دعویٰ کیا ہے اسے آج تک ان کے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملے۔ان کا مزید کہنا ہے کہ اگر ان سوالوں کا جواب کسی پاس نہیں ہے تو مغرب اس کی بنیاد پر اسلام کو دہشت گردی کو پروان چڑھانے والا مذہب کیوں نہ سمجھے؟ ہم نے ان سوالوں کا جواب دینے سے پہلے مناسب خیال کیا ہے کہ اس بلاگ کے ذریعے سے یہ سوالات پاکستانی علمائے دین کے سامنے رکھے جائیں۔پہلا سوال: مسلمانوں کو سیکولر ملکوں میں تبلیغ کی پوری اجازت ہے۔کیا مسلمان ملکوں میں کسی غیر مسلم سکالر کو اپنے مذہب کی اس پیمانے پر تبلیغ کی اجازت ہے؟ اگر نہیں تو اسلام کو رواداری کے خلاف مذہب کیوں نہ سمجھا جائے؟

دوسرا سوال: اگر غیر مسلم اسلام قبول کرے تو شاباش، اور اگر مسلمان اپنا مذہب چھوڑے تو واجب القتل۔کیا یہ انصاف ہے؟ اس قانون کو شریعت قرار دینے والے گروہِ انسانی کو دورِ جدید کے آزادی پسند معاشروں میں رہنے کا حق کیسے دیا جاسکتا ہے؟ تیسرا سوال: اگر اسلام سلامتی کا مذہب ہے تو مسلمان غیر مسلم کو ”السلام علیکم“ کیوں نہیں کہتے؟ چوتھا سوال: کیا تمام مکتبہ فکر کے مسلمان علماء نے متفقہ طور پر اپنے اس موقف کو عالمی سطح پر پیش کیا ہے کہ خودکش دھماکے مسلمانوں کے خلاف ہوں یا غیر مسلموں کے خلاف، وہ اسلام میں حرام ہیں۔پانچواں سوال: قرآن میں ہے: ان اہل کتاب سے جو نہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے، نہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو حرام ٹھہراتے اور نہ دین حق کی پیروی کرتے، جنگ کرو تا آنکہ وہ مغلوب ہوکر جزیہ ادا کریں اور ماتحت بن کر زندگی بسر کرنے پر راضی ہوں۔(سورۃ توبہ 29)

کیا مسلمان اس قرآنی آیت کو شریعت کا حصہ سمجھتے ہیں؟ اگر سمجھتے ہیں تو کیا وہ عالمی امن کے لیے خطرہ نہیں؟ چھٹا سوال: ”اے ایمان والو، تمہارے گردوپیش جو کفار ہیں ان سے لڑو اور چاہیے کہ وہ تمہارے رویہ میں سختی محسوس کریں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔“ یہ بھی سورۃ توبہ ہی کی آیت ہے، اس پر ایمان رکھنے والی اسلامی ریاست اپنے غیر مسلم ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ امن سے کیسے رہ سکتی ہے؟ ان سوالوں کے جواب اہل علم پر قرض ہیں۔کیا کوئی ہے جو امت کی طرف سے اس قرض کو ادا کرنا چاہے گا؟

ملک شام کے حالات امام مہدی کا ظہور اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

ادارہ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے نشانات بتلاتے ہوئے فرمایا کہ:

''اونٹوں اور بکریوں کے چرواہے جو بَرہَنہ بَدَن اور ننگے پاؤں ہونگے وہ ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہوئے لمبی لمبی عمارتیں بنوائیں گے اور فخر کریں گے۔'' (صحیح مسلم 8) ریاض شہر میں عمارتوں کا یہ مقابلہ آج اپنے عروج پر پہنچ گیا: دبئی میں ''برج خلیفہ'' کی عمارت دنیا کی سب سے اونچی عمارت بن گئی تو ساتھ ہی شہزادہ ولید بن طلال نے جدّہ میں اس سے بھی بڑی عمارت بنانے کا اعلان کر دیا ہے جو دھڑا دھڑ بنتی چلی جا رہی ہے۔ عرب کی عمارتیں سارے جہاں سے اونچی ہو چکی ہیں۔...! عرض کرنے کا مقصد صرف یہ کہ میرے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا پورا ہو چکا ہے۔ اور پیشگوئی پوری ہو کر اپنے نکتہ کمال کو پہنچ چکی ہے! عرب کا سب سے زیادہ تیل خریداری کرنے والے امریکہ نے صدّام کو ختم کر کے تیل کی دولت سے سیَراب مُلک عراق کے کنوؤں پر قبضہ جما لیا ہے۔ اور لاکھوں بیرل مُفت وصول کر رہا ہے۔ تو پھر تیل کی گرتی مانگ نے تیل کی قیمتوں کو نچلی سطح پر پہنچا دیا جس سے عرب ممالک کا سُنہرا دَور خاتمے کے قریب ہے۔۔۔! سوال پیدا ہوتا ہے اس زوال کے بعد کیا ہے۔۔۔؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث ہے کہ:

''قیامت سے پہلے سرزمینِ عرب دوبارہ سرسبز ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم)

سعودی عرب اور امارات میں بارشیں شروع ہو چکی ہیں مکہ اور جدّہ میں سَیلاب آ چکے ہیں۔ عرب سرزمین جسے پہلے ہی جدید ٹیکنالوجی کو کام میں لا کر سرسبز بنانے کی کوشش کی گئی ہے وہ قدرتی موسم کی وجہ سے بھی سرسبز بننے جا رہی ہے۔ سعودی عرب گندم میں پہلے ہی خود کفیل ہو چکا ہے۔ اب وہاں خشک پہاڑوں پر بارشوں کی وجہ سے سبزہ اُگنا شروع ہو چکا ہے، پہاڑ سرسبز ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ بارشوں کی وجہ سے آخر کار حکومت کو ڈیم بنانا ہوں گے، جس سے پانی کی نہریں نکلیں گی۔ ہریالی ہوگی۔ سبزہ مزید ہوگا فصلیں لہلہائیں گی۔ یُوں یہ پیشگوئی بھی اپنے تکمیلی مراحل سے گزرنے جا رہی ہے۔ اور جو میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے جا رہے ہیں۔۔۔! اگر احادیث پر غور کریں تو مَشرقِ وُسطیٰ کے زوال کا آغاز مُلکِ شام سے شروع ہوا لیکن عرب حُکمران یا تو یہود و نصاریٰ کی چال سمجھ نہ سکے، یا بے رُخی اختیار کی لیکن وجہ جو بھی ہو یا نہ ہو، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی علامات کو تو ظاہر ہونا ہی تھا حدیث کے مطابق...! چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اہل شام تباہی و بربادی کا شکار ہو جائیں تو پھر تم میں کوئی خیر باقی نہ رہے گی۔'' (سنن الترمذی 2192: باب ماجاء فی الشام، حدیث صحیح) میرے محترم و مکرم قارئین کرام یاد رکھیں۔۔۔! اَحادیث مُبارکہ کی رُو سے شام و اہل شام سے اُمَّتِ مُسلمہ کا مُستقبل وابستہ ہے، اگر مُلک شام ایسے ہی برباد ہوتا رہا تو پُوری اُمَّتِ مُسلمہ کی بھی خیر نہیں، ویسے تو 90 فیصد برباد ہو چکا ہے۔۔۔!

اب جبکہ پانچ سالہ خونریزی میں 8 لاکھ بے گناہ بچے، بُوڑھے، عَورتیں شہید اور لاتعداد دُوسرے مُلک کی سرحدوں پر زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے شہید ہو رہے ہیں اور اتنے ہی تعداد میں زخمی یا معذور ہو چکے، لہٰذا شام مُکمل تباہی کے بعد اب نزع کی حالت میں ہے۔۔۔! اس حدیث کے حساب سے عرب ممالک کے سُنہرے دَور کے خاتمہ کی اہم وجہ مُلک شام کے مَوجُودَہ حالات ہیں، گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور پیشگوئی کی علامت ظاہر ہو رہی ہے یا ہو چکی ہے۔۔۔! یاد رکھیں۔۔۔! کہ مُلکِ شام کے مُتعلق اِسرائیل، رُوس و امریکہ جو بھی جھوٹے بہانے بنائے، لیکن ان سب کا اَصل ہَدَف جَزیرَۃُ العَرب ہے۔ کیونکہ کفار کا عقیدہ ہے کہ دَجّال مَسیحَا ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ دَجّال کے انتظامات مُکمَّل کر رہے ہیں، جس کے لئے عرب ممالک میں عدمِ استحکام پیدا کرنا ہے کیونکہ مُلک شام پر یہود و نصاریٰ قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ ہو کر رہیگا۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور سے قبل۔۔۔! چنانچہ کتابِ فِتن میں ہے کہ ''آخری زمانے میں جب مُسلمان ہر طرف سے مغلوب ہو جائیں گے، مُسلسل جنگیں ہوں گی، شام میں بھی عیسائیوں کی حکومت قائم ہو جائے گی، علماء کرام سے سُنا ہے کہ سَعودیہ، مِصر، ترکی بھی باقی نہ رہیگا ہر جگہ کُفار کے مظالم بڑھ جائیں گے، اُمَّت آپس میں خانہ جنگی کا شِکار رہے گی۔

عرب (خلیجی ممالک سعودی عرب وغیرہ) میں بھی مسلمانوں کی باقاعدہ پُر شوکت حکومت نہیں رہے گی، خَیبر/الخبر (سعودی عرب کا چھوٹا شہر مَدِینۃُ المُنوَّرہ سے 170 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) کے قریب تک یہود و نصاریٰ پہنچ جائیں گے، اور اس جگہ تک ان کی حکومت قائم ہو جائے گی، بچے کھچے مسلمان مَدِینۃُ المُنَوَّرَہ پہنچ جائیں گے، اس وقت حضرت امام مہدی علَیہِ السلام مدینہ منورہ میں ہوں گے'' دوسری طرف دریائے طبریہ بھی تیزی سے خشک ہو رہا ہے جو کہ مہدی علیہ

السلام کے ظہور سے قبل خشک ہوگا۔۔۔! اسلئے جب مَشرقِ وُسطیٰ کے حالات کو خُصُوصاً مسلمانوں اور ساری دُنیا کے حالات کو دیکھتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ دُنیا ہولناکیوں کی جانب بڑھ رہی ہے۔ فرانس میں حَملوں کے بعد فرانس اور پوپ بھی عالمی جنگ کی بات کر چکے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عالمی جنگ کا مرکز کون سا خطہ ہوگا۔۔۔؟ واضح نظر آرہا ہے، مَشرقِ وُسطیٰ ہی مُتوَقّع ہے...! یہاں بھی ہندوپاک کی رَنجش اور کشمکش کے بڑھتے حالات سے بھی لگتا ہے کہ غزوہ ہند کی طرف رُخ کررہے ہیں۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صلَّی اللہ عَلیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری قوم کا ایک لشکر وَقتِ آخِر کے نزدیک ہند پر چڑھائی کرے گا اور اللہ اس لشکر کو فتح نصیب کرے گا، یہاں تک کہ وہ ہند کے حکمرانوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے۔

اللہ اس لشکر کے تمام گناہ معاف کردے گا۔ پھر وہ لشکر وَاپس رُخ کرے گا اور شام میں موجود عیسیٰ ابن مریم علَیہِ السَّلام کے ساتھ جا کر مِل جائے گا'' حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں اُس وقت تک زندہ رہا تو میں اپنا سب کچھ بیچ کر بھی اُس لشکر کا حصہ بنوں گا، اور پھر جب اللہ ہمیں فتح نصیب کرے گا تو میں ابوہریرہ (جہنم کی آگ سے) آزاد کہلاؤں گا۔ پھر جب میں شام پہنچوں گا تو عیسیٰ ابن مریم علَیہِ السَّلام کو تلاش کر کے انہیں بتاؤں گا کہ میں مُحَمَّد صلَّی اللہ علیہ وَسَلَّم کا ساتھی ہوں'' رسول پاک صلَّی اللہ عَلیہ وَسَلَّم نے تبسم فرمایا اور کہا: ''بہت مشکل''، ''بہت مشکل''(کتاب الفتن صفحہ ۴۰۹)(واللہ تعالیٰ اعلم) آنے والے اَدوار بڑے پُرفتن نظر آتے ہیں اور اس کے مُتعلق بھی سرکار صلَّی اللہ عَلیہ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ میری اُمّت پر ایک دور ایسے آئے گا۔ جس میں فتنے ایسے تیزی سے آئیں گے، جیسے تسبیح ٹوٹ جانے سے تسبیح کے دانے تیزے سے زمین کی طرف آتے ہیں، لہٰذا اپنی نَسلوں کی ابھی سے تربیت اور ایمان کی فِکر فرمایئے، موبائل کے بے جا استعمال سے، دیر رات تک جاگنے، فیشن اور یہودی انداز اپنانے سے، نمازوں کو تَرک کرنے سے روکئے۔۔۔ ورنہ آزمائش کا مقابلہ دُشوار ہوگا۔۔۔!

''میرا جسم میری مرضی''

بزُرگ عورت حماقت پر مبنی اس جملے کو سُن کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور کہنے لگیں: ''اگر تُمہارا جسم تُمہاری مرضی ہے تو اُس نے کونسا آنکھیں US Aid والوں سے لے رکھی ہیں!'' اُس کی آنکھیں اُس کی مرضی''

☆ جب دین کی ٹھیکیداری عامر لیاقت کے پاس ہوگی۔

کھرا سچ مبشر لقمان بتائے گا، کھری صحافت ڈاکٹر شاہد مسعود کرے گا سیاسی پیشین گوئیاں شیخ رشید کرے تو پھر عمران خان جیسا ذہنی مریض خود کو وزیراعظم کیوں نا سمجھے گا۔

اور ایک مولوی صاحب

مستنصر حسین تارڑ

میں اس وقت پندرہ سولہ برس کا تھا اور پہلی مرتبہ ولایت جا رہا تھا۔ جہاز میں میری برابر کی نشست پر ایک مولانا براجمان تھے وہ خاصے معصوم سے تھے۔ میں نے دریافت کیا۔ کیوں چچا جان آپ کس سلسلے میں انگلستان جا رہے ہیں؟ ؟ تو کہنے لگے بیٹا میں کافروں کو مسلمان کرنے جا رہا ہوں میں نے پوچھا، آپ کو انگریزی آتی ہے؟ کہنے لگِی ''نہیں آتی''، جس کو مسلمان ہونا ہوگا اُسے خود بخود میری زبان سمجھ آجائے گی۔ ہم کراچی سے تہران، قاہرہ، ایتھنز رُکتے ہوئے روم پہنچے ایئرلائن کی طرف سیا علان کیا گیا کہ مسافر حضرات ایئرپورٹ کے ریستوران میں اپنی مرضی کا کھانا تناول فرمائیں بل کمپنی کے ذمہ ہوگا. ریستوران میں بیٹھے تو میں نے ایک چکن روسٹ کا آرڈر دیا۔ آپ کیا کھائیں گے؟ میں نے اپنے ہم سفر چچا جان سے پوچھا تو انہوں نے کہا، ''اُس گوری لڑکی سے کہو کہ میرے لیے اُبلی ھوئی سبزیاں لے آئے کیونکہ گوشت تو یہاں حلال نہیں ہوگا'' میں نے بھی بُھوک کی وجہ سے اِس طرف دھیان نہیں دیا تھا بہرحال خُوشبودار مُرغ کے گرد انڈے اور آلو کے قتلے اور سلاد وغیرہ بہار دِکھا رہے تھے جب کہ گوری لڑکی نے ایک پلیٹ مولانا کے آگے رکھ دی جس میں ایک اُبلی گاجر اور دو اُبلے آلو پڑے تھے سفری چچا جان نے گاجر کھانے کی کوشش کی مگر میرے روسٹ سے ان کی نظریں نہ ہٹتی تھیں۔ بالآخر انہوں نے گرجدار آواز میں کہا، برخودار! اس گوری ہوٹل والی زنانی سے کہو میرے لیے بھی یہی مُرغ لے آئے۔ یہ شکل سے حلال لگ رہا ہے۔

***

تمہیں پتہ ہے کہ اللہ نے مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے؟

جستہ جستہ
عاصی صحرائی

خراسان کا بادشاہ شکار کھیل کر واپس آنے کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے اس کی آنکھیں بوجھل ہورہی تھیں، بادشاہ کے پاس ایک غلام ہاتھ باندھے مؤدب کھڑا تھا، بادشاہ کو سخت نیند آئی ہوئی تھی مگر جب بھی اس کی آنکھیں بند ہوتیں تو ایک مکھی آکر اس کی ناک پر بیٹھ جاتی تھی اور نیند اور بے خیالی کی وجہ سے بادشاہ غصے سے مکھی کو مارنے کی کوشش کرتا لیکن اس کا ہاتھ اپنے ہی چہرے پر پڑتا تھا اور ہڑبڑا کر جاگ جاتا تھا۔ جب دو تین دفعہ ایسا ہوا تو بادشاہ نے غلام سے پوچھا: تمہیں پتہ ہے کہ اللہ نے مکھی کو کیوں پیدا کی ہے؟ اس کی پیدائش میں اللہ کی کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ غلام نے بادشاہ کا یہ سوال سنا تو اس نے جواب دیا جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے غلام نے جواب دیا: بادشاہ سلامت اللہ نے مکھی کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ بادشاہوں اور سلطانوں کو یہ احساس ہوتا رہے کہ بعض اوقات ان کا زور ایک مکھی پر نہیں چلتا کہتے ہیں کہ بادشاہ کو اس غلام کی بات اتنی بھائی کہ اس نے اسے آزاد کر کے اپنا مشیر مقرر کر دیا۔

اللہ میاں کے نام ایک خط

(ادارہ)

کل رات دس بج کر پینتالیس منٹ پر، پورے بائیس گھنٹے اور بیس منٹ کے بعد میں اپنے عبداللہ کے پاس جاسکی۔۔۔!! میں عبداللہ کی بدقسمت ماں۔۔۔! وہ سٹور کا دروازہ کھلتے ہی بھاگ کر آتا۔ اور میرے سینے سے لگ جایا کرتا۔۔۔! آج جانے کیا بات تھی۔۔۔؟ شاید ناراض ہو گیا تھا۔۔۔؟ پر وہ تو بہت صابر تھا اُس نے تو کبھی بھی ضد نہیں کی تھی۔ مگر اس بار تو حد ہو گئی تھی۔ مجھے آنے میں بہت وقت لگ گیا تھا۔۔۔! پاؤں بری طرح سے سُوجا ہوا تھا چلا ہی نہیں جاتا تھا۔ اور پھر نیلا رنگ۔۔۔!! وسوسے سے دِل میں آنے لگے، بے چینی سے کمرے کے اندر بھاگی۔ ایک کونے میں لیٹا تھا منہ دیوار کی طرف تھا۔۔۔! عبداللہ۔۔ عبداللہ۔۔ پُتّر دیکھ کیا لائی ہوں تیرے لیئے۔۔۔! چل جلدی سے کھانا کھا لے۔۔۔! میرے بار بار بلانے اور رونے پر بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اُس نے۔۔۔! شاید روٹھ گیا تھا۔۔۔؟ میری چیخیں سُن کر بھی آنکھیں نہیں کھولیں وہ جو میری آنکھ میں ایک آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا اُس پر میری آہ وفغاں کا کوئی اثر ہی نہیں تھا۔۔۔! میں نے اُس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔۔! عبداللہ عبداللہ ہونٹوں نے جیسے برف کو چھو لیا تھا۔۔۔! عبداللہ چلا گیا تھا۔۔۔! میں اپنے عبداللہ کو نہیں بچا سکی اے اللہ میں تیرے عبداللہ کو نہیں بچا سکی میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ عبداللہ کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا تھا۔۔ وہ اکثر کہانیاں لکھا کرتا تھا۔ اُس کو زخم لکھنے آتے تھے۔۔۔! وہ لفظوں سے درد کی بہت واضح تصویر بنا لیا کرتا تھا یوں جیسے آئینے میں عکس۔۔۔!! اتنا دردناک ہوتا یہ منظر کہ میں دیکھ ہی نا پاتی۔۔۔!! میں نے کاغذ کھول کر دیکھا۔۔۔!! ”اللہ میاں کے نام خط۔۔۔!!“ یہ کیسی کہانی لِکھ گیا تھا عبداللہ۔۔۔؟ پیارے اللہ میاں جی۔۔۔! امی مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔۔۔! وہ مجھے عبداللہ بُلاتی ہیں۔۔۔! اور کہتی ہیں اللہ نے مجھے یہ بچہ دیا ہے۔۔۔! میرے سوہنے اللہ کی دین ہے۔ میرا تو شہزادا ہے شہزادہ۔ کیوں نہ پیار کروں اپنے بچے سے۔۔۔؟ اللہ میرے بچے کو سلامت رکھے۔۔۔! امی نے ہی مجھے آپ کے بارے میں بتایا تھا کہ آپ بہت اچھے ہیں۔۔۔! اور سب کے ساتھ بہت پیار کرتے ہیں۔۔۔! اللہ میاں جی میں جب امی کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوں تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر چوم لیتی ہیں اور کہتی ہیں ”تُو تو میرا چاند ہے۔۔۔! اللہ میاں جی چاند تو بہت پیارا ہوتا ہے نا۔۔۔؟ میرا دل چاہتا ہے توڑ کر تکیئے کے نیچے رکھ لوں مگر ہاتھ نہیں پہنچتا۔۔۔!! اللہ میاں جی پھر کوئی اور مجھے پیار کیوں نہیں کرتا۔۔۔؟ ابّا بھی نہیں بھائی آپا کوئی بھی نہیں، چاچا جی بھی نہیں۔۔۔! اللہ میاں جی ابو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میرا دل کرتا ہے میں بھی اُن کی گود میں بیٹھوں۔۔۔! کیا ابو کی گود بھی امی کی گود جیسی ہوتی ہے۔۔۔؟ آپ کو شاید نہ پتہ ہو۔۔۔! امی کہتی ہیں آپ کے کوئی ابو امی نہیں ہیں۔۔۔! ابو میرے بارے میں ہر وقت کہتے ہیں ”اس کو دفعہ کر دے یہ، منحوس کھا گیا ہے ہماری خوشیوں کو۔۔۔! کہاں سے پیدا ہو گیا ہمارے گھر میں۔۔۔؟ اس کو جانے دے۔ لا میں چھوڑ آؤں۔۔۔!“ لیکن امی مجھے جانے ہی نہیں دیتیں۔ وہ مجھے چھت والے سٹور روم میں چھپا دیتی ہیں۔ وہاں بہت اندھیرا ہوتا ہے اور چوہے بھی۔۔۔!

امی کہتی ہیں ”اللہ میاں دیکھ رہا ہے، پُتّر ڈرنا نہیں۔۔۔!“ لیکن میں کیا کروں اللہ میاں جی۔۔۔؟ مجھے پھر بھی بہت ڈر لگتا ہے۔ میں ایک کونے میں چُھپ کر بیٹھا رہتا ہوں۔۔۔! کبھی کبھی تو بھوک سے پیٹ میں درد بھی ہونے لگتا ہے۔ بُھوک کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ امی کے پاس جب وقت ہوگا تو ہی میرے لیئے کھانا لائیں گی نا۔۔۔! شاید باقی سب کی طرح بُھوک بھی میرے ساتھ پیار نہیں کرتی۔۔۔؟ اللہ میاں جی ابو میری وجہ سے امی کو بہت مارتے ہیں، مُجھے بہت درد ہوتا ہے۔۔۔! امی کے بازو اور منہ پر نیلے نیلے نشان پڑ جاتے ہیں۔۔۔! لگتا ہے سارے گھر میں نیلی سفیدی پھیر دی ہو۔۔۔؟ ایک دن میں نے بھی اپنا منہ سیاہی سے نیلا کر لیا تا کہ میں اپنی امی کا مُنّا دِکھوں۔۔۔! لیکن امی خوش نہیں ہوئیں۔۔۔! رونے لگ گئیں۔۔۔! جب وہ روتی ہیں تو مجھے بھی بہت رونا آتا ہے۔۔۔!! اور میرے سینے میں بہت درد ہوتا ہے۔۔۔!!

پیارے اللہ میاں جی آپ بہت اچھے ہیں۔ جتنا پیار امی آپ سے کرتی ہیں نا، میں اس بھی زیادہ اپنی امی سے پیار کرتا ہوں۔۔۔! امی کہتی ہیں آپ سب کی دعا سنتے ہیں۔۔۔؟ مجھے امی کا رونا اچھا نہیں لگتا۔۔۔!! پیارے اللہ میاں جی میں آپ کے پاس واپس آنا چاہتا ہوں۔۔۔! میں ابھی بہت چھوٹا ہوں۔ اور مجھے راستہ نہیں آتا۔ آپ مجھے اپنے پاس بلا لیں گے نا۔۔۔؟ میں نے اپنے کپڑے بھی پیک کر لیئے ہیں۔۔۔! میرا ایک بھالو ہے وہ بھی۔! اور ہاں میں اپنی کتابیں بھی ساتھ لے آؤں گا۔ امی کہتی ہیں ”میں اپنے سوہنے کو پڑھا لکھا کر بڑا افسر بناؤں گی۔۔۔!“ ایک بات تو آپ کو لکھنا ہی بُھول گیا۔ مُجھے اپنا نام عبداللہ بہت اچھا لگتا ہے پیارے اللہ میاں جی۔۔۔! مگر ابو مجھے ہمیشہ ”کمبخت ہیجڑا“ کہتے ہیں۔۔۔!! ”سِسکیاں لیتا ہے ہر لحظہ اُدھورا پن مِرا۔ کوزہ گر نے چاک سے مُجھ کو اُتارا کس لیئے۔

***

جستہ جستہ

عاصی صحرائی

جگہ برائے فروخت

جگہ کا نام ...جنت ...دروازے ... آٹھ ...کاغذات ...لاالہ الااللہ ...قیمت ....رب کے ساتھ شرک نہ کرنا محل وقوع ....فردوس اعلیٰ ....طول وعرض...زمین وآسمان سے زیادہ زندگی اور عیش۔۔کبھی نہ ختم ہونے والے ... چابی...نماز...بکنگ کے لئے کیش نہیں خلوص نیت کا ہونا ضروری ہے...اگر آپ سے دیر ہوگئی ہے تو کوئی بات نہیں..توبہ کے دروازے کھلے ہیں دیر مت کیجئے ورنہ ہمیشہ کا پچھتاوا رہے گا۔

کرپشن

قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران نون لیگ کے ایک رُکن قومی اسمبلی نے اپنی تقریر کے دوران ایک کہانی سنائی کہ ایک باپ نے اپنے تین بیٹوں کو ایک ایک سو روپیہ دیا اور کہا کہ ایسی چیز خرید کر لاؤ جس سے کمرہ بھر جائے۔ ایک بیٹا سو روپے کی کپاس خرید لایا مگر کمرہ نہ بھر سکا۔دوسرا بیٹا سو روپے کا بھوسہ خرید لایا مگر اس سے بھی کمرہ نہ بھر سکا۔تیسرا بیٹا بہت ذہین تھا وہ گیا اور ایک روپے کی موم بتی خرید لایا۔اسے جلا کر کمرے میں رکھ دیا اس کی روشنی سے سارا کمرہ بھر گیا۔اس کے بعد رُکن قومی اسمبلی نے کہا۔ہمارے میاں صاحب تیسرے بیٹے کی طرح ہیں۔جس دن سے وزیر اعظم بنے ہیں ملک کو خوشحالی کی روشنی سے منور کر دیا۔اسمبلی حال کی پچھلی نشستوں سے منتخب ایک رکن کی آواز آئی۔ وہ سب تو ٹھیک ہے باقی 99 روپے کہاں ہیں؟

دل چاہتا ہے- زین منیر

السلام وعلیکم کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ میں اس کائنات میں بکھرے ہوئے تمام لوگوں کے دکھ سمیٹ لوں، کسی کی پلکوں کا ایک ایک آنسو اپنے دل میں اتارلوں اور خود سمندر بن جاؤں۔میرا ظرف اتنا اعلیٰ ہو جائے کہ بڑی بڑی خطا کو درگزر کر دوں۔میری ذات دوسروں کے لیے وقف ہوں، میں خود کیا ہوں؟ یہ سب ختم ہو جائے اگر رہ جائے تو صرف احساس مجھے ہر انسان مسکراتا ہوا ملے۔کاش مجھ میں اتنی طاقت ہو کہ میں لوگوں کے دلوں سے غم کے سائے ختم کرسکوں۔لیکن سچ یہی ہے کہ اللہ پاک کی ذات کے علاوہ کسی کا غم دور کرنے کی کسی انسان میں طاقت نہیں ہوسکتی اور ہم ایک جگہ آ کر ضرور بے بس ہوجاتی ہیں۔ہاں ایک چیز تب بھی ممکن ہے۔وہ ہے دعا آپ سب کی خوشیوں کے لیے اپنے اللہ پاک سے بہت ساری دعائیں ہیں۔سلامت رہیں خوش رہیں آمین ثم آمین یارب

'پاکستانی قوم اور جوتے کی اہمیت'

شادی میں: جوتا چھپائی، مسجد میں: جوتا چرائی،

مرگی میں: جوتا سنگھائی، جلسوں میں: جوتا پھینکائی،

سامراجی امداد

وہ غریب ہم وطن اتفاق سے میرے ہی پاس آیا۔میں ٹورنٹو کی ایک مارکیٹ میں گھوم رہی تھی۔اُس نے کہا،'' بہن! میری جیب کٹ گئی ہے۔ بٹوے میں ایک ہزار ڈالر تھے۔مسافر ہوں، وطن واپس جانا ہے۔کچھ مدد کرسکتی ہیں تو کردیں۔''میں نے پچاس ڈالر دیئے، وہ چلا گیا۔ایک صاحب میرے پاس آکر بولے، یہاں کچھ لوگ کہانیاں سنا کر پیسے اینٹھتے ہیں۔آپ سیدھی سادھی ہیں،اس لئے لٹ گئیں۔''میں نے کہا،''نہیں! بے چارہ سچ بول رہا تھا،اُس کی جیب میں نے ہی کاٹی تھی۔

قوموں کی عادات: عطاءالحق قاسمی

وہ کچرا جو ہم عام معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور جس کے حوالے سے کراچی کا ذکر اکثر سننے میں آتا ہے، دہلی جیسا شہر بھی اس سے مبرا نہیں۔میں نے ایک دفعہ دلی کے سب سے پوشڈ ایریا کناٹ پیلس میں ایک شخص کو ''بڑے والی'' حاجت پوری کرتے دیکھا۔ایک دن خروشچیف انڈیا کے دورے پر گیا۔تو اس نے ایک مقام پر ایک شخص کو دیوار کی طرف منہ کر کے دُھواں ''دھار'' حرکت کرتے دیکھا۔خروشچیف نے نہرو کو مخاطب کر کے کہا''اس شخص کو دیکھو،اگر روس میں کوئی شخص ایسی حرکت سرعام کرتا نظر آئے تو اسے موقع پر ہی گولی ماردی جاتی ہے''نہرو نے شرمندگی سے منہ دوسری طرف پھیر لیا کچھ عرصے بعد نہرو روس کے دورے پر گئے تو ان کی نظر بھی ایک شخص پر پڑی جو دیوار کی ''آبیاری'' میں مشغول تھا۔نہرو خوشی سے نہال ہو گئے اور خروشیف سے کہا ''ادھر دیکھو'' خروشیف نے دیکھا تو اپنے گارڈ سے کہا'' جاؤ اور اسے موقع پر ہی شوٹ کردو'' گارڈ گیا۔مگر اسی شخص کو شوٹ کرنے کی بجائے سیلوٹ مار کر واپس آ گیا۔خروشیف نے غصے سے آگ بگولہ ہو کر کہا''تم نے اسے شوٹ کیوں نہیں کیا؟'' گارڈ بولا ''سر میں اسے شوٹ کیسے کرسکتا تھا،وہ انڈین ایمبیسڈر ہے!''

اپریل فول کی دردناک حقیقت

رجل خوشاب

جب عیسائی افواج نے اسپین کو فتح کیا تو اس وقت اسپین کی زمین پر مسلمانوں کا اتنا خون بہایا گیا کہ فاتح فوج کے گھوڑے جب گلیوں سے گزرتے تھے تو ان کی ٹانگیں گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون میں ڈوبی ہوتے تھیں جب قابض افواج کو یقین ہوگیا کہ اب اسپین میں کوئی بھی مسلمان زندہ نہیں بچا ہے تو انہوں نے گرفتار مسلمان فرمارواکو یہ موقع دیا کہ وہ اپنے خاندان کیساتھ واپس مراکش چلا جائے جہاں سے اسکے آباؤاجداد آئے تھے، قابض افواج غرناطہ سے کوئی بیس کلومیٹر دور ایک پہاڑی پر اسے چھوڑ کر واپس چلی گئی جب عیسائی افواج مسلمان حکمرانوں کو اپنے ملک سے نکال چکیں تو حکومتی جاسوس گلی گلی گھومتے رہے کہ کوئی مسلمان نظر آئے تو اسے شہید کر دیا جائے، جو مسلمان زندہ بچ گئے وہ اپنے علاقے چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں جا بسے اور وہاں جا کر اپنے گلوں میں صلیبیں ڈال لیں اور عیسائی نام رکھ لئے، اب بظاہر اسپین میں کوئی مسلمان نظر نہیں آ رہا تھا مگر اب بھی عیسائیوں کو یقین تھا کہ سارے مسلمان قتل نہیں ہوئے کچھ چھپ کر اور اپنی شناخت چھپا کر زندہ ہیں اب مسلمانوں کو باہر نکالنے کی ترکیبیں سوچی جانے لگیں اور پھر ایک منصوبہ بنایا گیا۔ پورے ملک میں اعلان ہوا کہ یکم اپریل کو تمام مسلمان غرناطہ میں اکٹھے ہوجائیں تاکہ انہیں انکے ممالک بھیج دیا جائے جہاں وہ جانا چاہیں۔

اب چونکہ ملک میں امن قائم ہو چکا تھا اور مسلمانوں کو خود ظاہر ہونے میں کوئی خوف محسوس نہ ہوا، مارچ کے پورے مہینے اعلانات ہوتے رہے، الحمراء کے نزدیک بڑے بڑے میدانوں میں خیمے نصب کر دیئے گئے جہاز آ کر بندرگاہ پر لنگرانداز ہوتے رہے، مسلمانوں کو ہر طریقے سے یقین دلایا گیا کہ انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا جب مسلمانوں کو یقین ہوگیا کہ اب ہمارے ساتھ کچھ نہیں ہوگا تو وہ سب غرناطہ میں اکٹھے ہونا شروع ہو گئے اسی طرح حکومت نے تمام مسلمانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر لیا اور انکی بڑی خاطر مدارت کی۔ یہ کوئی پانچ سو برس پہلے یکم اپریل کا دن تھا جب تمام مسلمانوں کو بحری جہاز میں بٹھایا گیا مسلمانوں کو اپنا وطن چھوڑتے ہوئے تکلیف ہو رہی تھی مگر اطمینان تھا کہ چلو جان تو بچ جائے گی جان بچی تو لاکھوں پائے، دوسری طرف عیسائی حکمران اپنے محلات میں جشن منانے لگے، جرنیلوں نے مسلمانوں کو الوداع کیا اور جہاز وہاں سے چلے دیئے، ان مسلمانوں میں بوڑھے، جوان، خواتین، بچے اور کئی ایک مریض بھی تھے جب جہاز سمندر کے عین وسط میں پہنچے تو منصوبہ بندی کے تحت انہیں گہرے پانی میں ڈبو دیا گیا اور یوں وہ تمام مسلمان سمندر میں ابدی نیند سو گئے۔ اس کے بعد اسپین میں خوب جشن منایا گیا کہ ہم نے کس طرح اپنے دشمنوں کو بیوقوف بنایا۔ پھر یہ دن اسپین کی سرحدوں سے نکل کر پورے یورپ میں فتح کا عظیم دن بن گیا اور اسے انگریزی میں First April Fool کا نام دیدیا گیا یعنی یکم اپریل کے بیوقوف۔ آج بھی عیسائی دنیا اس دن کی یاد بڑے اہتمام سے منائی جاتی ہے اور لوگوں کو جھوٹ بول کر بیوقوف بنایا جاتا ہے۔ اس رسم کے درج ذیل نقصانات ہیں

1۔ دشمنوں کی خوشی میں شرکت کرنا۔ ۲۔ نفاق میں ڈوب جاتا۔ ۳۔ جھوٹ بولنا اور ہلاکت پانا۔ ۴۔ اللہ کی ناراضگی پانا۔ 5۔ مسلمان بہن بھائیوں کی تباہی و بربادی کی خوشی منانا۔ ۶۔ مسلمان بہن بھائیوں کو مصیبت میں ڈالنا۔ ۷۔ دنیا و آخرت میں تباہی ہی تباہی ہے۔

ایک دن بیوی نے اپنے خاوند سے پوچھا..

ڈارلنگ شادی کے بعد آپ کو اپنی زندگی میں کیا تبدیلیاں محسوس ہوئی ہیں۔ خاوند نے ایک ٹھنڈی آہ بھری کچھ دیر سوچا اور پھر بولا...'' کچھ زیادہ فرق محسوس نہیں ہوتا بس۔۔ پہلے میں سنگل چارپائی پر سوتا تھا۔ اب ڈبل بیڈ پر سوتا ہوں۔ (نیند پھر بھی لاپتہ) پہلے میری عزت میرے ہاتھ میں تھی اب تمہاری ہاتھ میں ہے۔ (حقیقت دو انداز سے) پہلے میں من مرید تھا۔ سب کام اپنی مرضی سے کرتا تھا۔

اب زن مرید ہونے کے بعد تمہاری مرضی کا منتظر رہتا ہوں۔ (محبت کا تقاضہ)۔ پہلے سب لوگ دعوت پر مجھے خصوصی مدعو کرتے تھے۔ اب سب لوگ میری بجائے تمہیں خصوصی مدعو کرتے ہیں۔ (رنگ میں بھنگ)۔ پہلے میں باہر کھانا کھالیتا تھا۔ اب باہر سے کھانا لا کر گھر کھاتا ہوں۔ (مجبوری)۔ پہلے مجھے کپڑوں کے نام، ڈیزائن، میک اپ کے سامان کی معلومات بالکل نہ تھیں۔ مگر شادی کے بعد اب میں مکمل فیشن ڈیزائنر بن گیا ہوں۔ (میرا تجربہ)۔ پہلے میرے دوست مجھے روز کال کرتے تھے لیکن اب مہینے میں ایک بار ان سے بات ہوتی ہے۔ (ڈر)۔ پہلے میں چائے کے ساتھ پیسٹری کھاتا تھا۔ اب میں اکثر ڈسپرین کھاتا ہوں۔ (تیری محبت)۔ شادی سے پہلے میں نے کبھی موبائل پر بھی لون نہ لیا۔ اب جانے کہاں کہاں سے لون لے رکھا ہے۔ (جنون عشق)۔ اس کے باوجود مجھے زندگی میں کچھ زیادہ تبدیلی محسوس نہ ہوتی۔ (محسوس کرنے پر توجہ پلیز) سنجیدہ و رنجیدہ احباب میری پوسٹ سے پانچ سو گز کے فاصلے پر اپنی تشریف رکھیں۔ ***

جستہ جستہ
عاصی صحرائی

ادیبہ اور شاعرہ فرزانہ فرحت لندن (عاصی صحرائی)

انگلستان میں مقیم علم وادب کی خدمت میں پیش پیش نامور شاعرہ فرزانہ فرحت نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے گریجویشن کیا۔بعدازاں گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن فار ویمن لاہور سے ہی ایجوکیشن کی ڈگری حاصل کی اور شعبہ تدریس سے منسلک ہوگئیں۔انہیں زمانہ طالبعلمی سے ہی ادبی سرگرمیوں سے گہری دلچسپی تھی۔انہوں نے متعدد انٹر کالجیٹ مقابلوں میں شرکت کر کے انعامات،اسناد اور ٹرافیاں حاصل کیں۔1996 میں انگلستان تشریف لے گئیں۔لندن میں ہیومن اناٹمی،فزیالوجی،پروڈکٹ نالج اور مختلف اقسام کی الیکٹرک ٹریٹ منٹ سیکھنے کے بعد پروفیشنل تھیراپسٹ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ان کا پہلا شعری مجموعہ''بدلتی شام کے سائے'' 2010 میں منصۂ شہود پر آیا تو اُسے پذیرائی نصیب ہوئی۔آپ نے متعدد بین الاقوامی کانفرنسز اور سیمینارز میں شرکت کی۔2011 میں اُن کی خداداد صلاحیتوں کے پیشِ نظر انہیں شریف اکیڈمی۔جرمنی کا ڈائریکٹر برائے لنڈن نامزد کیا گیا۔2011 میں ہی انکا دوسرا مجموعہ کلام''خواب خواب زندگی'' شائع ہوا۔جسکی متعدد ممالک میں تقریبِ اجراء اور تقریبِ پذیرائی ہوئی۔اسی سال آپ نے پاکستان کا دورہ کیا۔شریف اکیڈمی کے عالمی سیمینار میں شرکت کی اور اکیڈمی کے ڈائریکٹر لندن کی حیثیت سے اکیڈمی کے وفد کے ساتھ سرگودھا اور سیالکوٹ کا دورہ کیا۔2012 میں بین الاقوامی اردو مرکز کی جانب سے انہیں''شانِ اُردو ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔جسکی تقریب برلن جرمنی میں منعقد ہوئی۔فرزانہ فرحت کی امن کے موضوع پر لکھی جانے والی نظموں کو عالمی طور پر پذیرائی حاصل ہوئی اور انہیں 2012 میں انٹرنیشنل انٹلکچویل پیس اکیڈمی کی جانب سے یو۔کے کا صدر نامزد کیا گیا۔اور انہیں All India Intelectual Peace Awad سے نوازا گیا۔2013 میں شریف اکیڈمی جرمنی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق انہیں انکی کتاب ''خواب خواب زندگی'' پر شریف اکیڈمی ایوارڈ 2013 سے سرفراز کیا گیا۔2013 میں انڈیا سے انہیں سد بھاونا ایوارڈ سے نوازا گیا۔جون 2014 میں انہیں اردو انجمن برلن جرمنی کی جانب سے کرشن چندر،خواجہ احمد عباس،احسان دانش کی صد سالہ تقریب پر مدعو کیا گیا۔اور انہیں اردو انجمن برلن کی اعزازی شیلڈ دی گئی۔2014 میں پاکستان گئیں۔جہاں ادبی تنظیم ''ادب سرائے'' کی جانب سے انکی علمی اور ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں شہناز مزمل ایوارڈ سے نوازا گیا۔2014 میں فروغِ ادب فاونڈیشن پاکستان کی جانب سے ان کے مجموعہ کلام''خواب خواب زندگی'' پر ایوارڈ دیا گیا۔2015 میں انہیں اردو تحریک عالمی کی جانب سے بطور شاعرہ میڈل دیا گیا۔یورنیوسٹی آف کراچی گریجویٹ فورم کینیڈا کی جانب سے''الجامعہ ایکسیلنز ایوارڈ''Al Jamia Exellance Award2016۔فرزانہ فرحت بنیادی طور پر شاعرہ ہیں۔زندگی کی دیگر مصروفیات کے باوجود علم وادب کی خدمت میں سرگرمِ عمل ہیں۔معتبر اور باوقار شخصیت کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی شائستہ،حلیم الطبع اور انسانیت کا درد رکھنے والی نیک سیرت خاتون ہیں۔

پاکستان، خاکسار، احرار

جستہ جستہ
عاصی صحرائی

قائد اعظم''ناٹ مسلم'' ہیں۔مظہر علی (احرار) اور مشرقی (خاکسار) کے مسٹر جناح کی نجی زندگی پر بے بنیاد حملے کوئٹہ ۲۴ اپریل ۱۹۴۵ء۔مسٹر ایم جناح نے حسب ذیل'' پریس بیان'' جاری کیا ہے۔''...میری توجہ ۱۷۔۱۸ تاریخ کے بعض ہندو اخبارات میں شائع ہونے والی مسٹر مظہر علی (احرار) اور مسٹر مشرقی (خاکسار) کی تقاریر کی طرف مبذول کرائی گئی۔یہ امر موجب تکلیف اور لائق افسوس ہے کہ ان لوگوں کی خسیس الحرکتی اور رذالت اتنی گہرائی تک جا پہنچی ہے کہ انہیں یہ ہدایت بھی ملی ہے کہ وہ میرے متعلق یہ اظہار کریں کہ میں مسلمان نہیں لیکن ان تقاریر میں میرے متعلق یا میری نجی زندگی کے خلاف لگائے گئے الزامات دجل وفریب کی پوٹلیاں ہیں ...ایسا لگتا ہے کہ ان کے پاس ہمارے موقف یا لیگ کے مسلک اور پروگرام (جس کے لئے ہم جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں) کے خلاف کوئی اور دلیل نہیں اس لئے یہ لوگ اب کمینگی پر اتر آئے ہیں اور اس ذریعے سے میرے بارے میں کذب بیانی پھیلا رہے ہیں مقصد اس کا یہ ہے کہ مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کیا جائے مجھے یقین ہے کہ کوئی مسلمان جو ذرہ بھر فہم و ادراک کا حامل ہو وہ میرے خلاف اس قسم کی گٹیا ور جھوٹے الزامات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا، جو ہندو پریس کے ذریعے نشر کیا جا رہا ہے۔ (ایسٹرن ٹائمز لاہور ۲۵ ستمبر ۱۹۴۵ء)

احراری لیڈر مولانا مظہر علی کا مشہور شعر ہے۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائداعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1954)

باکمال ادیب وشاعر مظفر احمد مظفر

عاصی صحرائی

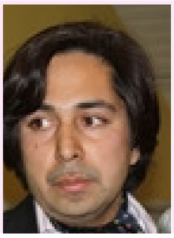

اصلی نام،مظفر احمد تخلص، مظفر ولدیت: محمد رشید ارشد

وائس پریذیڈنٹ نیشنل بینک اف پاکستان تاریخ پیدائش: 14 جولائی 1969 جائے پیدائش: 58 کلب روڈ نوشہرہ چھاؤنی صوبہ پختون خواہ پاکستان تعلیمی قابلیت: پرائمری تعلیم پبلک ہائی سکول نوشہرہ کینٹ میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول نوشہرہ کینٹ بی،ایس،سی گورنمنٹ ڈگری کالج نوشہرہ کینٹ بغرض مزید اعلیٰ تعلیم یورپ آمد: 1992 مزید اعلیٰ تعلیم ماسکو آمد 19 ستمبر 1992

German Language Diploma Germany 1994

Information Tecnology Germany 1995

Psychology Diploma Germany 1995??City and Guilds 1997 London Awarded by C, Humphries Director General The City And Guild Curriculum Authority England. Employability Training Careers Development Group Kingston Upon Thames England August 2006.Competence for Topographical Skills Awarded by P, A Plank Kingston Upon 13th Sep 2007 thames England.

کلام کے تراجم دیگر زبانوں میں ہسپانوی/ پشتو/ ہندی: انگریزی زبان میں: زیر انتظام، Writers International Society of Harrow England

زبانوں سے شناسائی انگریزی جرمن روسی فارسی پشتو ہندکو پہاڑی پنجابی سرائیکی اردو ادبی سرگرمیاں: جنرل سیکریٹری: سر علامہ اقبال اکیڈمی لندن انگلینڈ منتظم اعلیٰ: ادبی چوپال ایڈمن ونگران ماہانہ طرحی مشاعرہ بزمِ سخن عالمی منتظم اعلیٰ: سہ ماہی رسالہ: دستک: ممبر: Member of Presidium of Urdu World Organization Russian State University Moscow ایگزیکٹیو ڈائریکٹر: حاجی شریف احمد اکاڈمی جرمنی میزبان: مبیج ٹی وی پروگرام،شعروشاعری سرپرست: رسالہ اردو تحریک عالمی برائے پاکستان اعزازی مدیر برائے مسجد ٹائمز انٹرنیشنل انچارج ادبی صفحہ نوائے جنگ برطانیہ۔ کتب: (زیر طبع کتب) 1، سرگزشتِ تمنا/اردوشاعری.2، رخت سفر/اردوشاعری 3،اسرار العروض/نثر 4 شرح دیوان غالب/شرح وتوضیح 5،شرح شکوہ جواب شکوہ/ شرح 6، اردو کے اہلِ قلم/ نثری مضامین ومقدمے 7،حرف زیر لب/ شاعری چند قابلِ ذکر (اعزازات) و اعترافِ فن! ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری، سیماب اکبرآبادی ایوارڈ: منجانب اردو تحریک عالمی SOAS لندن یونیورسٹی لندن 14 جون 2015 بدست ڈاکٹر عبدالغفار عزم واتھم فارسٹ پاکستانی کمیونٹی ایوارڈ: 7 نومبر 2010 ایوارڈ برائے خراج تحسین۔ بین الاقوامی اردو مرکز یورپ ایوارڈ: ایوارڈ برائے حسن کارکردگی بسلسلہ تعلیمی ادبی خدمات، ایشین جرمن رفاہی سوسائٹی ایوارڈ: برائے سال 2012 اعتراف تعلیمی وادبی خدمات، بہترین شاعر ایوارڈ 2009 ڈی ایم ٹی وی ایوارڈ گولڈ میڈل: منجانب اردو تحریک عالمی برطانیہ بدست ڈاکٹر عبد الغفار عزم پریزیڈنٹ اردو تحریک عالمی 14 جون 2015 گولڈ میڈل کل یورپ مقابلہ بیت بازی بمقام فرینکفرٹ جرمنی۔

بیوقوف

جستہ جستہ
عاصی صحرائی

ایک بادشاہ نے ایک دن اپنے وزیر کو بلا کر کہا"عقلمند تو ہمارے محل میں بہت سے ہیں ایک بیوقوف بھی ہونا چاہیے جو ہماری تفریح کا باعث ہو" بڑی مشکل سے ایک شخص کا انتخاب ہوا اس کی بیوقوفی کی تاج پوشی کی گئی اور وہ محل میں ہی رہنے لگا۔ بادشاہ وقتاً فوقتاً دربار میں اس سے سوال پوچھتا اور اس کے بیوقوفانہ جواب سن کر درباری اور بادشاہ خوب محظوظ ہوتے۔ وقت گزرتا گیا اور ایک دن بادشاہ سخت بیمار ہو گیا۔ جب حکیموں نے جواب دے دیا تو بادشاہ نے اپنے آخری وقت کی تکلیف اور پریشانی دور کرنے کے لئے بیوقوف کو طلب کیا۔ بادشاہ نے بیوقوف سے کہا آج تم سوال کرو اور ہم جواب دیں گے۔ بیوقوف نے سوال کیا" بادشاہ سلامت آپ اپنی موت کے بعد کہاں تشریف لے جائیں گے؟" بادشاہ مسکرایا اور کہنے لگا" اپنے مالک کے پاس" بیوقوف نے سوال کیا" آپ وہاں کتنے روز قیام فرمائیں گے؟" بادشاہ ہنسا اور بولا "ہمیشہ ہمیشہ کے لئے" "بیوقوف نے سوال کیا" پھر تو آپ نے وہاں اپنے آرام کے قیام وطعام کا انتظام بھی خوب اپنے شایان شان کیا ہوگا؟" بادشاہ ایک دم خاموش ہو گیا اور جواب دیا" نہیں میں نے تو کوئی انتظام نہیں کیا" بے وقوف نے اپنے سر سے بیوقوفی کا تاج اُتارا اور بادشاہ کے سر پہ رکھتے ہوئے مخاطب ہوا" بادشاہ سلامت گستاخی معاف لیکن مجھ سے زیادہ اس تاج کے حقدار آپ ہیں۔ جہاں رہنا نہیں تھا وہاں اتنی بڑی سلطنت بنالی اور جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لئے کچھ بھی نہیں؟۔

افسوس حیدر طباطبائی بھی رخصت ہو گئے!

امجد مرزا امجد

فارسی کے ماہر معروف ''شہرزاد'' جیسے ادبی رسالے کے ایڈیٹر و بانی ''آئین سخنوری'' اور ''لندن کے بھوت'' کے مصنف نہایت ملنسار، خوش اخلاق، خوش لباس اور خوش شکل حیدر طباطبائی اللہ کی رضا سے کچھ مدت بیمار رہ کر اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے اور ادب میں ایک ایسا خلا چھوڑ گئے جو طویل مدت تک پر نہیں ہوگا۔

میری پہلی ملاقات حیدر بھائی سے مشہور شاعرہ منزہ شاہ کی معرفت ہوئی جو طویل مدت سے پاکستان مقیم ہیں۔ آپ کئی بار میرے مشاعروں میں اپنی ساتھی سدھا شرما کے ساتھ آئے۔ حیدر طباطبائی ایک نہایت بردبار اور ملنسار انسان تھے ان کی بڑی بڑی مخمور آنکھوں میں بلا کی ذہانت عیاں تھی، شاعری پسند کرتے تھے مگر لکھتے نثر تھے۔ معروف ادیب قیصر تمکین مرحوم لکھتے ہیں کہ ''انگلستان میں بھی طباطبائی صاحب کا زیادہ رابطہ فارسی حلقوں، ادیبوں اور رزبانداں نوں سے رہا۔ وہ استاد احسن طباطبائی کے صاحبزادے تھے جو ہم لوگوں کو سیاسیات (پولیٹیکل سائنس) پڑھاتے تھے۔'' قیصر تمکین کہتے ہیں کہ حیدر طباطبائی چونکہ طویل مدت ایران رہے اور وہاں بھی پڑھاتے رہے تو میں نے انہیں کہا کہ فارسی کو آپکی ضرورت نہیں آپ اردو میں کام کیجئے۔ اور پھر انہوں نے اپنی محنت سے اردو میں ایک اچھا مقام حاصل کر لیا۔''

حیدر طباطبائی سے آخری ملاقات تین سال قبل ہوئی جب وہ میرے مشاعرے میں والتھم سٹو سدھا جی کے ساتھ آئے جہاں سدھا جی نے اپنی خوبصورت آواز میں گانا بھی گایا۔ وہ معروف گلوکارہ ہیں۔ ہندو مذہب سے تعلق رکھتی ہیں مجھے یہ نہیں معلوم کہ آیا انہوں نے طباطبائی صاحب سے باقاعدہ شادی کی تھی اور یہ بھی سننے میں نہیں آیا کہ انہوں نے اپنا مذہب تبدیل کیا تھا یا نہیں...؟؟ گویا یہ ان کا ذاتی مسئلہ تھا جس پر ان سے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی۔۔ مگر دو بار ادبی محفلوں میں ان کے ہاں جانا ہوا تو سدھا جی نہایت مہمان نواز اور کھانے پکانے میں ماہر دیکھیں۔ طباطبائی صاحب کے آخری دنوں میں انہوں نے ان کی بہت خدمت کی۔

حیدر طباطبائی نے کئی ہزار مقالات لکھے انشائیے، سفرنامے اور بچوں کے لئے کہانیاں، سیاسی کالم اور مختلف موضوعات پر تراجم بھی کئے۔ ان کا سچا پن مشہور ہے وہ سچی بات بغیر کسی خوف یا تردد کے لکھ دینے میں تکلف نہیں برتتے تھے۔ کچھ لوگوں کو ان کی صاف دلی پسند نہ تھی مگر وہ ہمیشہ مسکرا کر کہتے۔ ''کوئی بات نہیں۔۔ اکیلے میں بیٹھ کر سوچیں گے تو میری ہر بات صحیح لگے گی۔۔!!''

خاکہ نگاری بھی ان کا محبوب مشغلہ تھا وہ اپنی گفتگو میں اس طرح لوگوں کا نقشہ پیش کرتے اور اپنی تحریر میں بھی محفوظ کر کے لوگوں کو بہت کچھ یاد دلانے کی کوشش کرتے۔ انہوں نے اپنے مضامین میں بے شمار شعراء و ادباء کو بڑی ایمانداری و خلوص سے دنیا کے سامنے پیش کیا جن کے ساتھ کچھ زیادتیاں ہوئیں یا جن کی ادبی خدمات کو فراموش کر دیا گیا، چونکہ انہیں فارسی پر بے حد عبور حاصل تھا لہٰذا انہوں نے فارسی کے بے شمار شعراء پر سیر حاصل مضامین لکھے۔ افسوس آج ادبی دنیا میں ایک نہایت معتبر لکھاری، خاکہ نگار، انشائیہ نگار اور ادیب کی کمی کو بہت محسوس کیا جا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ان کی مغفرت کرے۔۔ ان کی کمی ہمیشہ محسوس ہوگی...!!

ہر محفل میں بکھری تیری اک مانوس سی خوشبو
ہم سے لپٹ لپٹ کر روتی رہے گی اکثر

لاجواب نہیں کیا...

جستہ جستہ
عاصی صحرائی

ایک عرب شخص کا کہنا تھا کہ... مجھے زندگی میں کسی نے لاجواب نہیں کیا سوائے ایک عورت کے جس کے ہاتھ میں ایک تھال تھا جو ایک کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا میں نے اس سے پوچھا تھال میں کیا چیز ہے۔ وہ بولی اگر یہ بتانا ہوتا تو پھر ڈھانپنے کی کیا ضرورت تھی؟ پس اس نے مجھے شرمندہ کر ڈالا۔ یہ ایک دن کا حکیمانہ قول نہیں بلکہ ساری زندگی کی دانائی کی بات ہے۔ کوئی بھی چیز چھپی ہو تو اس کے انکشاف کی کوشش نہ کرو۔ کسی بھی شخص کا دوسرا چہرہ تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں خواہ آپ کو یقین ہو کہ وہ بُرا ہے یہی کافی ہے کہ اس نے تمہارا احترام کیا اور اپنا بہتر چہرہ تمہارے سامنے پیش کیا بس اسی پر اکتفا کرو۔ ہم میں سے ہر کسی کا ایک بُرا رخ ہوتا ہے جس کو ہم خود اپنے آپ سے بھی چھپاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہماری پردہ پوشی فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جتنے ہمارے گناہ ہیں اگر ہمیں ایک دوسرے کا پتہ چل جائے تو ہم ایک دوسرے کو دفن بھی نہ کریں جتنے گناہ ہم کرتے ہیں اس سے ہزار گنا زیادہ وہ اللہ ان پر پردے فرماتا ہے۔ کوشش کریں کہ کسی کا عیب اگر معلوم بھی ہو تو بھی بات نہ کریں آگے کہیں آپ کی وجہ سے اسے شرمندگی ہوئی تو کل قیامت کے دن اللہ پوچھ لے گا کہ جب میں اپنے بندے کی پردہ پوشی کرتا ہوں تو تم نے کیوں پردہ فاش کیا؟

PASS PLUS REGISTERED INSTRUCTOR
Driving Standards Agency Approved Driving Instructor

LATIF
Driving Center

WANT TO PASS FIRST TIME
LET US ASSIST YOU

AUTOMATIC & MANUAL

WE TEACH ACCORDING TO THE NEW RULES

FEMALE INSTRUCTORS

INTENSIVE COURSE

FREE
TEST BOOKING

SPECIAL OFFER
10 Hours
£250

Bashir Tahir - 079 0380 2266
b.tahir@hotmail.co.uk

قندیل ادب انٹرنیشنل کے اشتہار دینے کے ریٹ

Space	One Time	Quartly	6Month
Title Page	100 £	300 £	600 £
Back Page	80 £	240 £	480 £
Full Page	65 £	195 £	390 £
Half Page	40 £	120 £	240 £
Quarter Page	25 £	75 £	150 £

We can offer Special request
if required on special rates.

info@qindeeleadab.co.uk,
www.qindeel-e-adub.com

Contact: (M) 0044 7886304637

رانا عبدالرزاق خان لندن

We offer specialised advice assistance in the following areas:

Immigration Nationality and Asylum, including

* Human rights applications
* Domestic worker applications
* Spouse / Marriage visa applications
* European Union applications including family member applications
* Long Residence applications
* Applications for dependents, parents and relatives of settled persons
* Dependents of the Points Based System
*Business immigration including Tier-1,Tier-2,Tier-4 and Tier-5 categories
* Judicial Review claims

Family law matters including divorce, child arrangement orders, financial settlements and adoption.
Residential and commercial conveyancing including lease extensions.
Employment law matters.
Civil litigation.
Corporate litigation and Partnership disputes.
Debt and consumer disputes.
Landlord and Tenant matters.
Probate, Wills Trust including Islamic Wills.
Appeals against PCO decisions

Lumine Solicitors

G14,1Burwood Place, London, W2 2UT
Telephone: 02039502246, Fax: 02030062508
www.luminelaw.co.uk
email: info@luminelaw.co.uk
Contact:
Abdul Wadood Khan
Rohat Kumar or Vandana Kumar

Lumine Solicitors and Lumine Law are the trading names of Lumine Law Limited, a company registered in England Wales (company registration no: 10996865 (Registered office: G14,1Burwood Place, London, W2 2UT. This firm is authorised and regulated by the Solicitors Regulation Authority (SRA No. 6452650)

SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
CELL +44 (0) 7903 416966

MORDEN SOLICITORS
Building Your Future Together

We deal in:-

- Property Matters, Residential & Commercial, Conveyancing, Wills and Probate, etc
Unfair dismissal, Discrimination at work, etc
- Unfair dismissal, Discrimination at work, etc
- Appeals, Asylum, Removals, Judicial reviews, immigration, work permit, HSMP, etc.
- Injury at work or had an accident
- Matrimonial, Adoption, Divorce, etc.

We offer Quality Assistance and services to you for making a difference to .

Family Matters | Employment | Immigration | Personal Injury | Conveyancing

If you have any of the above problems
Call us
WHY WAIT
just give us a **CALL NOW** and book your
FREE appointment at **020 8646 9691**

Our highly skilled and qualified ADVOCATES/ SOLICITORS & accredited staf
will provide you with quality service

All calls are dealt with **Strict Confidentiality**

You can email us at: mail@mordensolicitors.co.uk
Address: 7-7A London Road, Morden, Surrey SM4 5HT

property renting
made
EASY & SIMPLE

N2 LETTINGS
ESTATE AGENTS
020 34170607 www.n2lettings.com

SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952

Timeless Jewels, Priceless Memories

Diamond • Gold • Kundan • Bespoke • Bridal Jewellery
Jewellery Repairs • Bullion Dealer • Best Jewellery Appraisal

WEDDING | PARTY | EVERYDAY

/SharifJewellers

LONDON
28 London Road, Morden
United Kingdom, SM4 5BQ
+44 (20) 3609 4712
+44 (0) 7405 929 636

RABWAH
Aqsa Road, Rabwah
Pakistan, 35460
+92 (47) 6212515
+92 (0) 307 465 7777

Earlsfield Properties

Letting & Estate Agents,
Surveyors, Valuers
(Group of Companies)

We will manage your
property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3&5 years.

Free Management Service
Guaranteed Vacant Possession.
Member National Landlord Association
Member Deposit Protection Schemes

Please contact: Naveed Sarwar (MA European Real Estate)

175 Merton Road, London SW18 5EF Tel: 02082656000 02088770762 Fax: 02088749754
Email: earlsfieldproperties1@hotmail.com Web: www.earlsfieldproperties.com